عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

eBook

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ

کے نام سے

جو بہت مہربان،

نہایت رحم کرنے والا ہے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

نام کتاب	-----------	عمر بن خطاب ؓ
تالیف	-----------	یاسمین خاکوانی
ناشر	-----------	الہدیٰ پبلی کیشنز، اسلام آباد
ایڈیشن	-----------	اول
تعداد	-----------	3000
ISBN	-----------	978-969-8665-88-3
قیمت	-----------	
تاریخ اشاعت	-----------	فروری 2017

ملنے کے پتے

پاکستان

7-AK Brohi Road, H-11/4, Islamabad, Pakistan

فون: +92-51-4866130-1, +92-51-4866150-1 +92-51-4866125-9

www.alhudapublications.org

www.alhudapk.com **www.farhathashmi.com**

امریکہ

PO Box 2256 Keller TX 76244

فون: +1-817-285-9450 +1-480-234-8918

www.alhudaonlinebooks.com

کینیڈا

5671 McAdam Rd ON L4Z IN9 Mississauga Canada

فون: +1-905-624-2030 +1-647-869-6679

www.alhudainstitute.ca

برطانیہ

14 Wangey Road, Chadwell Heath Romford,
Essex RM6 4AJ London U.K.

فون: +44-20-8599-5277 +44-79-1312-1096

alhudauk.info@gmail.com

alhudaproducts.uk@gmail.com

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

عمر بن خطاب ؓ

خلیفۂ دوم

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

الحمدللہ

''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے''

استاذہ محترمہ

ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی

کے نام

جن کی مسلسل راہ نمائی اور حوصلہ افزائی سے یہ کام ممکن ہوا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
مقدمہ	1	فوجی نظام	38
تعارف	3	فوجی سہولیات	38
قبولِ اسلام	5	محکمہ پولیس	39
ہجرت	8	محکمہ افتاء	39
رسول اللہ ﷺ کی صحبت و تربیت	9	قاضیوں کو نصیحت	40
غزوات میں شرکت	12	عدل و انصاف	40
غزوۂ بدر	12	مساوات اور اظہارِ رائے میں مکمل آزادی	43
غزوۂ احد	13	رعایا کی خبر گیری	46
غزوۂ خندق	14	ذمّیوں کے حقوق	49
صلح حدیبیہ	15	قرآن و حدیث کی تعلیم و احتیاط	51
غزوۂ خیبر	16	**بیت المال**	52
فتحِ مکہ	17	بیت المال کے مصارف	53
خلافت	19	بیت المال کی حفاظت	53
خطبۂ خلافت	20	امانت	54
فتوحات	22	وظائف کی تقسیم	56
جنگِ یرموک	22	**رفاہِ عامہ**	58
جنگِ قادسیہ	24	سرائے و چوکیوں کا اہتمام	58
فتحِ مدائن	26	محکمہ آب پاشی	58
فتحِ بیت المقدس	29	قحط سالی	59
نظامِ حکومت	32	نئے شہر	60
مجلسِ شوریٰ کا قیام	32	تعمیرِ مساجد	61
صوبوں کی تقسیم	32	توسیع خانہ کعبہ و مسجدِ نبوی ﷺ	61
صوبوں کے عہدے دار	32	دینی تعلیم	61
عہدے داروں کی نگرانی	33	مردم شماری	62
عہدے داروں کی راہ نمائی	36	اسلامی سکہ کا اجرا	62
عہدے داروں سے انصاف	37	سنہ ہجری کی ابتدا	62

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
جیل خانہ	62	اذان کا طریقہ	84
اخلاق وعادات	64	زُہد وقناعت	84
خوفِ الٰہی	64	قوتِ ایمانی	85
متعلقینِ رسالت ﷺ کا لحاظ	66	شہادتِ عمرؓ	87
غذا اور لباس	67	جانشین کے تقرر کا مسئلہ	88
جانوروں پر رحم	70	وصیتیں	89
اعتراف خطا وتلافی	70	**خانگی زندگی**	94
قدردانی	71	ذریعۂ معاش	95
خیرخواہی	73	آپ ﷺ سے شرفِ رشتہ داری	95
نصیحت کا انداز	74	**اولادِ عمرؓ**	96
رعب ودبدبہ	75	**اوّلیاتِ عمرؓ**	97
بُردباری	76	**اقوالِ زریں**	98
مالی حالت	78	المصادر والمراجع	99
فضائلِ عمرؓ	79		
فضل وکمال	79		
خطبوں سے چند اقتباسات	80		
علم	80		
صائب الرائے	82		
اسیرانِ بدر کا معاملہ	82		
پردے کا حکم	82		
حرمتِ شراب کا معاملہ	83		
مقامِ ابراہیم جائے نماز	84		

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

سیدنا عمرؓ کے لیے دعائے رسول ﷺ

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ،

فَاِنْ يَّكُ فِىْ اُمَّتِىْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ

”تم سے پہلی امتوں میں الہام یافتہ لوگ ہوا کرتے تھے،

اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو یقیناً وہ عمر ہے“۔

[صحیح البخاری:3689]

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

صحابہ کرامؓ کے اوصاف اوران کی شخصیات انسان کو بہت متاثر کرتی ہیں۔ سیدنا عمرؓ کی شخصیت ایسے خوب صورت ہیرے کی مانند ہے کہ جس طرف سے ان کو دیکھیں نگاہیں خیرہ ہوجاتی ہیں اور دل عقیدت سے جھک جاتا ہے۔مختلف خوبیوں کا مرقع ،سختی اور نرمی کا حسین امتزاج دل کو چھو جاتا ہے۔ ان کی مسحور کن شخصیت انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے کہ گوشت پوست کے انسان جن کے سینے میں جذبات سے بھرپور دل دھڑکتا تھا جیسے کسی بھی انسان کا دل ہو لیکن جس کمال سے انہوں نے اپنے نفس پر قابو پایا اور اپنے آپ کو دنیا سے بے نیاز کر کے آخرت کو منتہائے نظر بنایا اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ ان کے دورِ خلافت میں فتوحات کے دروازے کھلتے چلے گئے اور ہر طرف سے مالِ غنیمت کی بارش ہونا شروع ہوگئی لیکن وہ دولت کے انبار دیکھ کر روتے اور دنیا کی دل فریبیوں سے حیران کن حد تک دامن بچا کر سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کی مثال بن گئے۔ ایک طرف ان کی ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے دربار میں لوگ لرزتے اور دوسری جانب وہ پیوند لگا لباس پہنے بیت المال کے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں سخت دھوپ میں دوڑتے نظر آتے۔ وہ کیا ایمان کی متحرک قوت تھی؟ کیا جذبہ تھا؟ کیا فکرِ آخرت تھی کہ دس سالہ سنہرے دور میں دنیا کو عدل وانصاف ، رعایا پروری اور بہترین نظامِ حکومت دے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں انسان جتنا پڑھتا جاتا ہے دم بخود رہ جاتا ہے اور قلم ساتھ نہیں دیتا کہ ان کے اوصاف بیان کیے جائیں۔ بقولِ شاعر

؎ ہو حلقۂ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم　　　رزم حق باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم　　　دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

ایک طرف سیدنا خالد بن ولیدؓ جیسے عظیم جرنیل صحابی اور فاتح سے باز پرس ہو رہی ہے اور دوسری جانب غریب خاتون کا چولہا جلا رہے ہیں تاکہ بھوکے بچے کھانا کھالیں۔ حد درجہ فکرمندی کی وجہ سے تب تک اپنے ساتھی سے بات نہ کر پا رہے تھے جب تک کہ بچے سیر ہو کر کھیلنے نہ لگے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

شیطان ان کو دیکھ کر راستہ بدل لیتا ہے، مسجد نبوی میں بیٹھے دور کی مہم پر لشکر کے جنگ میں مصروف لیکن ایک طرف سے غافل سردار ساریہ کو پکار کر کہتے ہیں ’’اے ساریہ! پہاڑ کی طرف‘‘ اور اسی وقت ساریہ سینکڑوں میل دور سے خلیفۂ وقت کی آواز سن کر کہتے ہیں ’’اگر میں خلیفہ کی آواز سن کر پہاڑ کی جانب فوراً نہ ہوتا تو دشمن غلبہ پا جاتا‘‘۔

سیدنا عمر فاروقؓ... ایسی باکرامت ہستی تھی کہ اپنے جذبۂ ایمانی کی بدولت انہونے کام کر گئے۔

نبی کریم ﷺ کی زبانِ اقدس سے زندگی میں ہی جنت کی بشارت پانے کے بعد اور تمام نیکیوں میں تگ و دو کے باوجود روتے کہ اگر اللہ نے جہنم میں بھیج دیا تو کیا ہوگا؟ نیکیاں اور برائیاں برابر ہوئیں مؤاخذہ سے چھوٹ گیا تو بہت ہی خوش نصیب ہوں گا۔ اتنی نیکیاں، اتنی نفس کشی، اتنی بے غرضی، اتنی پرہیز گاری وتقوٰی اور پھر بھی آخرت کی اس درجہ فکر کیا لوگ تھے، کیا ایمان تھا؟ کہ دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال گئے! یقیناً وہ اسی بات کے مستحق ہیں کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ۔

اللہ کرے! ایسی عظیم اور کردار ساز شخصیت سے ہم بھی متاثر ہو کر اپنے اعمال اللہ کی رضا کے لیے بہتر کر لیں تا کہ اللہ ہم سے بھی راضی ہو جائے! آمین۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

تعارف

سیدنا عمرؓ کی عظمت، مقام اور مرتبہ کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمانِ مبارک سے ہوتا ہے کہ ''میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں''[1]۔ ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے جذبۂ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''خطاب کے بیٹے! قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چل پڑتا ہے جس راستے پر وہ تمہیں چلتے ہوئے دیکھتا ہے''[2]۔ عہد رسالت کے بعد عہد فاروقی تاریخِ اسلام کا وہ روشن باب ہے جس سے ہر دور میں فلاحِ انسانیت کے لیے راہ نمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

''سیدنا عمرؓ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے''[3]۔ آپؓ کا نام عمر، کنیت ابو حفصؓ اور لقب فاروق تھا۔ والد کا نام خطاب بن نفیل قریشی اور والدہ کا نام حنتمہ بنتِ ہاشم تھا[4]۔ آپؓ دراز قد، سرخ و سپید رنگت اور خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ کسی بھی مجمع میں کھڑے ہوتے تو لوگوں میں سب سے نمایاں اور لمبے دکھائی دیتے، آنکھوں میں سرخ ڈورے، کندھوں میں آگے کی جانب خفیف سا جھکاؤ اور بازوؤں پر بالوں کی کثرت تھی۔ گھنی داڑھی، بڑی بڑی مونچھیں، گٹھا ہوا جسم اور مجموعی طور پر بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ جب غصے میں ہوتے تو مونچھوں کو تاؤ دینے لگتے۔ نہایت چست اور پھرتیلے تھے، یہاں تک کہ آخری عمر میں بھی رکاب کا سہارا لیے بغیر ہمیشہ کود کر گھوڑے پر سوار ہوتے تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک تھے اور عموماً سادہ لباس زیب تن کیا کرتے، خلیفہ بننے کے بعد بھی سادگی میں کمی نہ آئی۔ آپؓ کا تعلق قریش کے ایک معزز قبیلے بنو عدی سے تھا اور آپؓ کے والد اس قبیلہ کے سردار تھے۔ قریش نے آپؓ کے قبیلہ کو سفارت کاری کی اہم ذمہ داری سونپ رکھی تھی لہٰذا دوسرے ممالک میں سفیر آپ کے خاندان سے ہی بھیجے جاتے[5]۔

سیدنا عمرؓ زمانہ جاہلیت سے ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس کے علاوہ نیزہ بازی، تیراندازی، فنِ سپہ گری

---

① صحیح ا لبخاری:3689 ② صحیح البخاری:3683 ③ تاریخ الخلفاء للسّیوطی، ج:1، ص:89

④ حیاتِ فاروقِ اعظم، ص:18 ⑤ خلفائے راشدین، ص:96

شہسواری، تیغ زنی، پہلوانی اور خطابت میں کمال حاصل تھا۔ آپؓ نے تجارت کے سلسلے میں دور دراز کے ممالک کے کئی سفر کیے اس دوران آپؓ میں تجربہ کاری، معاملہ فہمی، بلند حوصلگی اور دور اندیشی جیسے اوصاف پیدا ہوئے جن کی بنا پر آپ کو سفارت کے منصب پر مامور کیا گیا۔[1] قبائل میں جب کوئی باہم مسئلہ درپیش ہوتا تو آپؓ کو ہی سفیر بنا کر بھیجا جاتا اور آپؓ اپنے غیر معمولی تدبر اور فہم و فراست سے اس مسئلے کو حل کر دیتے۔

---

① خلفائے راشدین، ص:96

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

قبولِ اسلام

ابتدا میں سیدنا عمرؓ نے اسلام کی بھرپور مخالفت کی، اگرچہ قبل از اسلام ایک روز انھوں نے ایک خواب دیکھا جس میں انہیں اسلام کی ترغیب دی گئی تھی۔ اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''میں بتوں کے قریب سویا ہوا تھا کہ ایک شخص بچھڑا لے کر آیا اور اسے بت پر ذبح کیا تو اس کے اندر سے اس قدر زور کی چیخ نکلی کہ ایسی شدید آواز میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس نے کہا، اے دشمن! تجھ کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں جس سے مراد مل جائے، ایک خوش بیان شخص یوں کہتا ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ سنتے ہی تمام لوگ (جو وہاں موجود تھے) چونک پڑے (اور چل دیے) میں نے کہا میں تو نہیں جاؤں گا، دیکھوں گا کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ پھر یہی آواز آئی ارے دشمن! تجھ کو ایک بات بتاتا ہوں جس سے مراد بر آئے، ایک فصیح شخص یوں کہہ رہا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اس وقت میں کھڑا ہوا اور ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ لوگ کہنے لگے یہ (محمد ﷺ) اللہ کے سچے نبی ہیں''[1]۔

اسی دوران نبی کریم ﷺ کو منصبِ نبوت عطا ہوا اور بحیثیتِ رسول مکہ میں آپ ﷺ کے چرچے ہونے لگے لیکن سیدنا عمرؓ نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ جب سیدنا عمرؓ کے خاندان کی ایک کنیز بُشَینہ مسلمان ہو گئی تو وہ اس کو بہت مارتے اور جب اسے مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے: ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا لیکن وہ جواب میں کہتی ''اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو اللہ اس کا بدلہ لے گا''[2]۔

ایک مخلص مومنہ کی یہ دعا سیدنا عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی اور کچھ عرصہ بعد ایسے واقعات پیش آئے کہ سیدنا عمرؓ خود الجھن میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں گئے وہاں آپ ﷺ کو حالتِ نماز میں دیکھا، آپ ﷺ سورۃ الحآقّۃ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے کہا قسم اللہ کی! یہ تو شاعر ہے جیسے کہ قریش میں شاعر موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے اگلی آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝

''بے شک البتہ یہ رسول کریم کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، کتنا کم تم ایمان لاتے ہو''[3]۔

---

① صحیح البخاری:3866 ② عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:47 ③ الحآقّۃ:40،41

فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ ضرور کوئی کاہن ہیں کہ میرے دل کی بات جان گئے تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

''اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، کتنا کم تم نصیحت پکڑتے ہو۔ (یہ) تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے''[1]۔

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں:

وَقَعَ الْاِسْلَامُ فِىْ قَلْبِىْ كُلَّ مَوْقِعٍ

یعنی ہر موقع پر اسلام میرے دل میں گھر کرتا گیا لیکن قریش کی حق مخالفانہ باتوں سے ایمان کے لیے جو تڑپ ان کے دل میں جاگی تھی وہ پھر سوگئی[2]۔

مکہ میں لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے سبب آئے دن خاندانوں میں جھگڑے بڑھتے جا رہے تھے اور قریش کی مخالفت بھی شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ ان حالات میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِاَبِىْ جَهْلٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ وَ كَانَ اَحَبَّهُمَا اِلَيْهِ عُمَرُ ''اے اللہ! ان دو مردوں ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے جو آپ کو زیادہ پیارا ہو اس کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا کر'' فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ان دونوں میں سے عمر بن خطاب زیادہ پیارے تھے''[3]۔

ایک روایت کے مطابق اگلے روز سیدنا عمرؓ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ لے کر گھر سے نکلے تو راستے میں ان کو اُن کے قبیلے کا ایک شخص نعیم بن عبداللہ مل گیا۔ انہوں نے پوچھا اے عمر! خیریت تو ہے، کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا: نیا دین لانے والے کو قتل کرنے جا رہا ہوں جس نے قریش کے گھر گھر میں پھوٹ ڈال رکھی ہے، جو ہمارے دین اور بتوں کو برا کہتا ہے۔ وہ بولے پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو! تمہاری بہن فاطمہ بنت خطابؓ اور بہنوئی سعید بن زیدؓ اسلام لا چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی سیدنا عمرؓ آگ بگولا ہو گئے اور شدید غصہ کی حالت میں بہن کے گھر کی طرف چل دیے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اندر سے قرآن مجید

---

① الحاقة: 43،42 ② مسند احمد، ج:1، 107 ③ سنن الترمذی: 3681

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

پڑھنے کی آواز آرہی تھی جسے سن کر وہ ٹھہر گئے۔ جب کمرے میں داخل ہوئے تو ان کی بہن نے قرآن مجید کے وہ اوراق جلدی سے چھپا دیے جن سے وہ اور ان کے شوہر تلاوت کر رہے تھے۔ آپؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر گئے ہو؟ تو انہوں نے اپنے ایمان لانے کا اقرار کرلیا۔ بس پھر کیا تھا، سیدنا عمرؓ نے اپنے بہنوئی کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ شوہر کو بچانے کے لیے بہن درمیان میں آئیں تو ان کو بھی چوٹیں لگیں۔ بہن کا خون دیکھ کر اُن کا دل پسیج گیا اور کہا کہ لاؤ! مجھے دکھاؤ تم کیا پڑھ رہی تھیں؟ بہن بولیں کہ وہ اوراق میں آپ کو نہیں دکھا سکتی کیونکہ اس کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں لہٰذا آپؓ نے غسل کیا۔ چونکہ خود پڑھے لکھے تھے لہٰذا جوں ہی سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھیں، کلام کی سچائی اور خوب صورتی دل میں اتر گئی اور بے اختیار بول اٹھے ''واہ! کیا کلام ہے''۔ پھر اسی حالت میں آپ ﷺ کے پاس دارِ ارقم جا پہنچے۔ صحابہ کرامؓ ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر پریشان ہوگئے تو سیدنا حمزہؓ نے فرمایا: ''اس کو آنے دو اگر اسلام قبول کرنے کی نیت سے آیا ہے تو ٹھیک، ورنہ اِسی کی تلوار سے اُس کا سر اُڑا دیا جائے گا''، لیکن سیدنا عمرؓ آپ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کرلیا۔

اس وقت نبوت کا چھٹا سال تھا اور سیدنا عمرؓ تینتیس برس کے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اس خوشی کے موقع پر اس قدر جوش سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکّہ کی وادی اور پہاڑ گونج اٹھے۔

بہن کی دل سوزی کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ نہ صرف ان کے بھائی کی بلکہ اُن کے ذریعے پوری امتِ مسلمہ کی تقدیر بدل گئی۔

مکہ میں اب تک مسلمان کمزور تھے اور سرِ عام عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ دیکھ کر سیدنا عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں، خواہ زندہ رہیں یا مریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ حق پر ہو! خواہ زندہ رہو خواہ موت سے دوچار ہو جاؤ!۔'' یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ پھر چھپنا کیسا؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ہم ضرور باہر نکلیں گے چنانچہ مسلمان دو صفوں میں آپ ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے۔ ایک صف میں سیدنا حمزہؓ اور دوسری میں سیدنا عمرؓ تھے۔ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں:

---

① عمر فاروق، ص: 76,77

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

’’ہمارے چلنے سے ہلکا ہلکا غبار اڑ رہا تھا یہاں تک کہ ہم مسجدِ حرام میں داخل ہو گئے‘‘۔ سیدنا عمرؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام کو بہت تقویت ملی اور پہلی مرتبہ مسلمانوں نے علی الاعلان خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حق، باطل کے مقابلہ میں سربلند ہوا۔ یہی وہ موقع تھا جب آپ ﷺ نے سیدنا عمرؓ کو ’’فاروق‘‘ کا لقب عطا کیا یعنی حق و باطل کا فرق آپؓ کی بدولت نمایاں ہوا[1]۔

ہجرت

مکہ سے ہجرت کے وقت آپؓ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، نماز ادا کی اور اعلان کیا کہ ’’جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس پر روئے تو وہ میدان میں آ کر مجھے روکے‘‘ مگر آپؓ کا جاہ و جلال اور رعب و دبدبہ دیکھ کر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؓ کو روک سکے لہٰذا آپؓ طواف کے بعد اطمینان سے علی الاعلان مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے جبکہ اہلِ مکہ کے ڈر سے باقی مسلمان چھپ چھپا کر راتوں کو ہجرت کرتے تھے‘‘[2]۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عتبان بن مالک انصاریؓ سے آپؓ کی مؤاخات کروادی اور یوں وہ آپؓ کے بھائی بن گئے‘‘[3]۔ اگرچہ سیدنا عمرؓ کو باغبانی کا کوئی تجربہ نہ تھا کیونکہ مکہ میں سبزہ وغیرہ نہ تھا لیکن آپؓ نے اپنے انصاری بھائی پر بوجھ بننا پسند نہ کیا اور ان کے ساتھ مضافاتِ مدینہ میں رہتے ہوئے باغبانی کرنے لگے۔ ’’اس کے بعد دونوں بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے لیے یہ طریقہ اپنایا کہ ایک دن سیدنا عمرؓ آپ ﷺ کی مجلس میں دن گزارتے اور علم حاصل کرتے اور ان کے انصاری بھائی اس روز باغبانی کرتے۔ دوسرے دن انصاری بھائی آپ ﷺ کی خدمت میں دن بھر رہتے اور سیکھتے اور سیدنا عمرؓ اس روز باغبانی کرتے۔ رات کو دونوں آپ ﷺ کی باتوں سے ایک دوسرے کو آگاہ کر دیتے تاکہ علم کی ہر بات بھی معلوم ہوتی رہے اور روزگار کا سلسلہ بھی جاری رہے‘‘[4]۔

---

① صحیح مسلم: 4633، عمر فاروق، ص: 89 ② عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 59

③ عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 64 ④ بحواله جامع بيان العلم وفضله، ص: 456

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور تربیت

سیدنا عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں جو وقت گزارا اس میں وہ جذبہ محبت سے سرشار رہے اور حلاوتِ ایمان پانے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی فیضانِ نظر سے علم اور تزکیہ بھی حاصل کرتے رہے۔ ایک مرتبہ جب رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا ہاتھ تھام رکھا تھا تو سیدنا عمرؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یقیناً آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا) جب تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں''۔ سیدنا عمرؓ نے کچھ دیر سوچ کر عرض کیا اللہ کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! اب بات بنی ہے''[1]۔

ایک مرتبہ ایک یہودی زید بن سنعہ سے آپ ﷺ نے قرض لیا۔ ابھی قرض لوٹانے میں تین دن رہتے تھے کہ وہ آیا اور آتے ہی نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی چادر شانہ مبارک سے اتار لی بلکہ بے ہودہ گوئی پر بھی اتر آیا۔ کہنے لگا، اے عبدالمطلب کی اولاد! تم بڑے نادہندہ ہو۔ اس کی بدتمیزی پر سیدنا عمرؓ کو غصہ آ گیا اور زید کو سختی سے جھڑک دیا۔ آپ ﷺ ہنس دیے اور فرمایا: ''عمر! تم پر لازم تھا کہ میرے اور اس کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے۔ مجھے حسنِ ادائیگی کے لیے کہتے اور اسے حسنِ تقاضا سکھاتے''۔ پھر زید سے فرمایا: ''ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں''۔ اس کے بعد سیدنا عمرؓ سے فرمایا: ''اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا کیونکہ تم نے اس کو ڈرایا اور دھمکایا بھی ہے''[2]۔ یہ رحمت للعالمین ﷺ کی صحبت اور نظرِ کرم کا اثر تھا کہ جس نے مسِ خام کو کندن بنا دیا اور سیدنا عمرؓ کی طبیعت کی سختی کا رخ اسلام دوستی کی طرف پھیر دیا۔

صحیح بخاری میں سیدنا عمرؓ روایت کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ مدینہ آنے کے بعد میری بیوی زینب بنتِ مظعون نے کسی بات پر مجھے جواب دیا تو میں نے اسے للکارا کہ تم مجھے جواب دیتی ہو! اس نے کہا:

---

① صحیح البخاری: 6632 ② السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: 11284,6

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

’’تم کو برا لگا جبکہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی بیویاں بھی آپ ﷺ کو جواب دیتی ہیں اور کوئی تو صبح سے شام تک آپ ﷺ سے بات نہیں کرتی‘‘۔ یہ سن کر میں فوراً اپنی بیٹی (ام المومنین سیدہ) حفصہؓ کے پاس گیا اور کہا: ’’میں نے سنا ہے کہ تم لوگ آپ ﷺ کو دن بھر اور رات تک غصہ میں رکھتی ہو اور آپ ﷺ سے سوال و جواب بھی کرتی ہو؟‘‘ اس نے کہا ’’ہاں!‘‘۔ میں نے کہا: ’’کیوں اپنی خرابی کے پیچھے پڑی ہوئی ہو؟ تباہ ہو جاؤ گی۔ کیا تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ آپ ﷺ کے غصہ سے اللہ کا غصہ نازل ہوتا ہے اور پھر تم گئی گزری ہو جاؤ گی اور دیکھو! آپ ﷺ سے بہت چیزیں نہ مانگا کرو اور نہ ہی آپ ﷺ سے کسی بات میں سوال و جواب کیا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کسی بات پر ناراض ہو کر بات کرنا چھوڑ دیں! تمہیں جو کچھ چاہیے مجھ سے مانگ لیا کرو‘‘[1]۔

سیدنا عمرؓ کو یہ گوارا نہ تھا کہ ان کی بیٹی جو نبی ﷺ کی زوجہ تھیں کسی بھی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو تنگ کریں اور وہ بات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بن جائے۔ انہیں واقعی اپنی اولاد سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی۔

ایک رات کسی نے سیدنا عمرؓ کا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا اور کہا: ’’بڑا حادثہ ہو گیا ہے نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی‘‘۔ سیدنا عمرؓ بیان کرتے ہیں یہ سنتے ہی میرے منہ سے نکلا حفصہ تو تباہ ہو گئی! خسارے میں رہی! میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ ایسا ہو گا! میں حفصہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس بات سے خبردار کیا تھا پھر میں مسجد نبوی گیا اور صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ سب بھی غمگین بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ بالا خانے میں اکیلے جا بیٹھے تھے لیکن کسی میں ہمت نہ تھی کہ آپ ﷺ کے پاس جاتا۔ میں بالا خانہ کے دروازے پر گیا اور سیدنا بلالؓ سے کہا کہ آپ ﷺ سے اجازت لو کہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ تین مرتبہ اجازت لینے کے بعد بالآخر مجھے اجازت ملی۔ میں بالا خانہ میں گیا اور دیکھا کہ آپ ﷺ کھردری چارپائی پر بغیر بچھونے کے لیٹے ہیں اور پہلو مبارک پر چارپائی کے نشان پڑے ہوئے ہیں، سرہانہ چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی؟

---

[1] صحیح البخاری: 5191

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

فرمایا: ''نہیں'' میں نے کہا، اللہ اکبر! پھر میں نے آپ ﷺ کا دل بہلانے کے لیے کہا کہ ہم قریشی لوگ تو عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے لیکن جب مدینہ آئے تو یہاں لوگوں کا عجیب حال دیکھا کہ زن مرید ہیں۔ آپ ﷺ مسکرا دیے۔ پھر میں نے کہا، میں نے تو حفصہ کو پہلے ہی جتلا دیا تھا کہ اپنی ہمسائی (عائشہؓ) کی ریس نہ کرو وہ تم سے زیادہ خوب صورت ہے اور آپ ﷺ کو زیادہ پیاری ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ پھر مسکرائے۔ آپ ﷺ کا غم ذرا غلط ہوا تو میں نے نظر اٹھا کر آپ ﷺ کا سامان دیکھا کہ وہاں کچھ بھی نہیں سوائے تین کچی کھالوں کے اور کھردری چارپائی کے جس کے نشان جسم مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی بے سروسامانی دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور میں نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کی امت کو فراغت اور دولت دے۔ ایران اور روم کے لوگ تو کیسے مال دار ہیں باوجود اس کے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت نہیں کرتے''۔ یہ سنتے ہی آپ ﷺ تکیہ چھوڑ کر سیدھے ہوگئے اور فرمایا: ''خطاب کے بیٹے! تو اسی خیال میں گرفتار ہے کہ دنیا کی دولت اور فراغت بہت عمدہ چیز ہے۔ ایران اور روم کے کافروں کو تو اللہ نے جلدی سے دنیا ہی کے مزے دے دیے کیونکہ آخرت میں تو ان کو سخت عذاب ہونا ہے''۔ یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے فورًا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا، ''یارسول اللہ ﷺ! گستاخی معاف، میرے لیے دعا فرمائیے''[1]۔

سیدنا عمرؓ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ غلطی کا اعتراف کر کے فورًا تائب ہو جاتے اور آئندہ اس کو نہ دہراتے۔

---

① صحیح البخاری:2468

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

غزوات میں شرکت

سیدنا عمرؓ کو بچپن سے ہی پہلوانی اور کُشتی کا بہت شوق تھا اور فنِ سپاہ گری میں بھی خوب ماہر تھے۔ جسمانی طور پر تندرست و توانا پھرتیلے اور جنگجو طبیعت کے مالک تھے۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو جب جہاد کی اجازت ملی اور جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تو تمام غزوات میں سیدنا عمرؓ نے شرکت کی اور اسلام کے لیے بہادری اور بے جگری سے لڑے۔

غزوۂ بدر

سیدنا عمرؓ اسلام کے معاملے میں کسی قرابت یا رشتہ داری کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ غزوۂ بدر میں آپؓ نے اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا جو قریش کا سردار تھا۔ سیدنا عمرؓ کا رعب ایسا تھا کہ ان کے خوف اور دبدبے کی وجہ سے ان کے قبیلے بنو عدی کا کوئی شخص قریش کے لشکر کے ساتھ اس جنگ میں شریک نہ ہوا جبکہ باقی تمام قبائل اس معرکہ میں قریش کے ساتھ شریک تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے بعد جنگی قیدیوں کے معاملہ میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے رائے لی تو سیدنا عمرؓ نے ان کو قتل کرنے کی رائے دی اور کہا کہ ہر مسلمان اپنے کافر عزیز کو خود قتل کرے جبکہ سیدنا ابوبکرؓ نے کہا کہ ان سب قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکرؓ کی رائے کو پسند کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جس پر سورۃ الانفال کی آیت نازل ہوئی:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ

﴿فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾ [الأنفال: 67-69]

”﴿کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون ریزی کر لے﴾ سے ﴿پس جو مال تمہیں غنیمت میں حلال اور طیب ملا ہے اسے کھاؤ!﴾ تک“۔

یعنی جنگی قیدیوں کے معاملے میں سیدنا عمرؓ کی رائے کو تائید الٰہی حاصل ہوئی لیکن چونکہ اس سے قبل قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کی اجازت مل چکی تھی اس لیے اس فیصلے پر کوئی گرفت نہیں کی گئی۔ (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً)[1]

---

① بحوالہ صحیح مسلم: 4588

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

غزوۂ اُحد

غزوۂ اُحد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک درے پر 50 تیر اندازوں کو مقرر کر کے فرمایا کہ فتح وشکست کی صورت میں آپ یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ جنگ کے شروع میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا۔ ان تیر اندازوں نے جب دیکھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ رہا ہے تو مالِ غنیمت حاصل کرنے کی غرض سے درّے کو چھوڑ دیا۔ درّے پر صرف دس صحابہ کرامؓ کھڑے رہے جن کو خالد بن ولید نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور کفارِ قریش کی طرف سے جنگ میں شامل تھے، پہاڑی کے عقب سے پلٹ کر درّہ پر حملہ کر کے شہید کر دیا اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اسی دوران آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے اور یہ بھی مشہور ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو چکے ہیں۔ یہ خبر سن کر مسلمان بہت پریشان ہوئے اور کچھ تو مدینہ بھاگ آئے، کچھ لڑتے رہے اور کچھ شہید ہو گئے۔ ایسے میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو مایوس ہو کر بیٹھ گیا تھا، سیدنا عمرؓ کا تعلق اسی گروہ سے تھا، آپؓ نے تلوار پھینک دی لیکن میدانِ جنگ سے نہیں گئے اور جوں ہی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں آپؓ فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد دیگر مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کو زندہ دیکھ کر آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے، آپ ﷺ مسلمانوں کو لے کر احد پہاڑ کے درّہ پر چڑھ گئے۔ اس وقت سیدنا علیؓ، سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ اور سیدنا حارثؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

آپ ﷺ نے مشرکین کو دیکھ کر دعا کی: ''یا اللہ! یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں''۔ اس موقع پر سیدنا عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ کیا اور ان لوگوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ تیس صحابہ کرامؓ کے ساتھ درّے میں موجود تھے جب سالارِ قریش ابوسفیان نے قریب آکر پکارا کہ محمد ﷺ یہاں موجود ہیں یا نہیں؟ آپ ﷺ کے منع کرنے پر کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے پھر سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کا نام لے کر پکارا کہ یہ دونوں یہاں ہیں یا نہیں؟ ان کے جواب نہ دینے پر کہنے لگا کہ ضرور یہ سب مارے گئے۔ یہ سن کر سیدنا عمرؓ چپ نہ رہ سکے اور جواب دیا: ''او دشمنِ خدا! ہم سب زندہ ہیں''۔

ابوسفیان بولا، ''اُعْلُ هُبَلْ''، یعنی ہبل بلند ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عمرؓ کو فرمایا: ''یوں جواب

دو اللّٰهُ اَعلٰی وَ اَجلُّ ''یعنی اللہ بلند اور برتر ہے۔ابوسفیان نے آپ ﷺ اور ابو بکرؓ کے ساتھ عمرؓ کا بھی نام لے کر پکارا[1]۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریشِ مکہ کی نظر میں بھی رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکرؓ کے بعد مسلمانوں میں تیسرے اہم آدمی سیدنا عمرؓ تھے۔

غزوۂ خندق

غزوۂ خندق میں شہر کی حفاظت کی خاطر مدینہ کے اندر رہ کر ہی جنگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے باہر سلع (مدینہ سے ملا ہوا پہاڑ) کے مقام پر خندق کھدوائی اور صحابہ کرامؓ کو خندق کے آس پاس متعین کر دیا تا کہ دشمن شہر میں داخل نہ ہو سکے۔مشرکین نے خندق پار کرنے یا اسے پاٹ کر راستہ بنانے کی زبردست کوششیں کیں لیکن مسلمانوں نے بڑی دلیری وعمدگی سے انہیں اندر نہ آنے دیا۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی بعض نمازیں بھی فوت ہو گئیں چنانچہ صحیحین میں سیدنا جابرؓ سے مروی ہے کہ ''سیدنا عمر بن خطابؓ خندق کے روز آئے اور کفار کو سخت سست کہتے ہوئے کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آج میں بمشکل سورج ڈوبتے ڈوبتے نماز پڑھ سکا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اور میں نے تو واللہ ابھی تک نماز پڑھی ہی نہیں''۔اس کے بعد ہم لوگ نبی ﷺ کے ساتھ بُطحان میں اترے۔ آپ ﷺ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا پھر آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی یہ سورج ڈوبنے کے بعد کی بات ہے پھر بعد میں مغرب کی نماز پڑھی''۔

نبی ﷺ کو اس نماز کے فوت ہونے کا اس قدر ملال تھا کہ آپؐ نے مشرکین کو بد دعا دی: ''اللہ ان مشرکین کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نمازِ وسطیٰ کی ادائیگی سے مشغول رکھا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا''[2]۔

نوٹ: غزوۂ خندق میں سیدنا عمرؓ جس حصّہ پر متعین تھے وہاں آج بھی ایک مسجد موجود ہے جسے مسجدِ عمرؓ کہتے ہیں۔

---

① صحیح البخاری:4043،خلفائے راشدین،ص:104،عمر بن خطاب شخصیت اور کارنامے،ص:93,94

② صحیح البخاری:596

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

صلح حدیبیہ

رسول اللہ ﷺ سنہ 6 ھ میں چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرہ کرنے کی نیت سے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے اس لیے ہتھیار ساتھ نہیں لیے۔ جب مدینہ سے چھ میل باہر ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو سیدنا عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ احتیاطی تدبیر کے طور پر ہمیں ہتھیار ساتھ لے لینے چاہئیں تاکہ کسی بھی ناگہانی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمرؓ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے مدینہ سے تلواریں منگوالیں۔

ابھی مکہ سے کچھ دُور ہی تھے کہ اطلاع ملی کہ قریش نے مسلمانوں کو روکنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نیت چونکہ جنگ کی نہ تھی لہٰذا آپ ﷺ نے سیدنا عمرؓ کو بطور سفیر قریش کے پاس بھیجنا چاہا کیونکہ وہ اسلام سے پہلے بھی قریش کے سفارتی امور سرانجام دیا کرتے تھے لیکن انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! مکہ میں میرے خاندان کا کوئی فرد موجود نہیں اور قریش میری جان کے دشمن ہیں۔ اگر آپ ﷺ عثمان بن عفانؓ کو بھیجیں تو زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ ان کے عزیز واقارب وہاں موجود ہیں لہٰذا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا''۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب سیدنا عثمانؓ مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے انہیں روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں ان کے قتل کیے جانے کی افواہ پھیل گئی۔ آپ ﷺ نے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی جسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ اور ان کے صاحبزادے بھی اس بیعت علی الموت میں شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیعتِ رضوان میں شامل چودہ سو صحابہ کرامؓ کو اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ...

''البتہ تحقیق اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے...''[1]۔

بعدازاں سیدنا عثمانؓ زندہ واپس آ گئے۔ مسلمانوں اور کفار کے مابین معاہدہ طے پا گیا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ صلح نامہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں جو سیدنا عمرؓ اور بہت سے دوسرے مسلمانوں کو ناگوار گزریں مگر کسی کو آپ ﷺ سے پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی تاہم سیدنا عمرؓ اپنی اسلامی

---

① الفتح:18

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

غیرت وحمیّت کو دبا نہ سکے اور آپ ﷺ سے سوال کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو قریش سے دب کر صلح کیوں کریں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور وہ مجھے کبھی ناکام نہیں ہونے دے گا“۔ یہ جواب سن کر سیدنا عمرؓ نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ سیدنا عمرؓ نے بھی صلح کے معاہدہ پر دستخط کیے۔ سیدنا عمرؓ کو آپ ﷺ سے تکرار کرنے کا ہمیشہ افسوس رہا اور اس کے کفارے کے طور پر وہ مزید نیکیاں کرتے رہے۔ اسی سفر سے واپسی کے دوران سورۃ الفتح اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے صلحِ حدیبیہ کو ”فتحِ مبین“ قرار دیا اور یہ صلح ہی دراصل بعد میں فتحِ مکہ کا سبب بنی۔ تب سیدنا عمرؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ پر صلحِ حدیبیہ کی حکمت واضح ہوئی[1]۔

غزوۂ خیبر

صلح حدیبیہ کے تحت قریش سے جنگ بندی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا اور خیبر کے یہودیوں کی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے 7 ہجری میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ چودہ سو پیدل اور دو سو سوار تھے۔ یہودیوں نے خیبر میں مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ چند قلعے تو آسانی سے فتح ہو گئے لیکن حصن ناعم (قلعہ) جس پر مرحب قابض تھا آسانی سے فتح نہ ہو سکا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اس کے ہاتھوں کامیابی عطا فرمائے گا“۔ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے امارت کی کبھی طلب نہ ہوئی لیکن اس روز میں نے امارت کے حصول کے لیے اپنے آپ کو بالکل تیار پایا، اس امید کے ساتھ میں نے گردن کو اونچا کیا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ کر جھنڈا عطا فرما دیں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علیؓ کو بلایا اور جھنڈا ان کے حوالے کر دیا۔ سیدنا علیؓ تھوڑا چلے پھر رک کر پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کس بات پر لوگوں سے لڑائی کروں؟ فرمایا: ”ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پس جب وہ یہ اقرار کر لیں گے تو تجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ کر والیں گے سوائے ان کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے“۔ بالآخر خیبر

---

(1) الفتح:1،صحیح البخاری:3182،خلفائے راشدین،ص:105

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

سیدنا علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوگیا اور مرحَب مارا گیا۔اس فتح کے بعد خیبر کی زمین میں سے ثمغ نام کا ایک قطعہ سیدنا عمرؓ کے حصے میں آیا۔آپؓ نے اس کو راہِ خدا میں وقف کر دیا اور اسلام کی تاریخ میں عمل میں آنے والا یہ پہلا ''وقف'' تھا[1]۔

فتحِ مکہ

معاہدۂ صلح حدیبیہ دس سال کے لیے ہوا تھا لیکن دو سال کے بعد ہی قریش اور ان کے حلیف بنو بکر نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف بنو خزاعہ کے مقتولین کی دیت دینے سے انکار کر دیا لہٰذا یہ معاہدہ فسخ ہوگیا۔رسول اللہ ﷺ دس ہزار صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے اور مکہ سے کچھ دور مرّ الظّہران میں خیمے لگا دیے۔خیمہ گاہ سے الاؤ کی روشنیاں دیکھ کر ابوسفیان بن حرب تحقیق کے لیے مکہ سے نکلے، راستہ میں سیدنا عباسؓ بن عبد المطلب سے ملاقات ہوگئی جو رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہو کر مکہ کی طرف جا رہے تھے تا کہ قریش کو صورت حال کی نزاکت سے مطلع کر کے انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔انہوں نے ابوسفیان سے کہا کہ میرے ساتھ چلے آؤ تا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے امان دلوا دوں، ابوسفیان خچر پر ان کے ساتھ پیچھے بیٹھ گیا۔انہوں نے خچر کو مکہ کی بجائے رسول اللہ ﷺ کے خیمہ کی طرف موڑ دیا۔ابھی وہ رسول اللہ ﷺ کے خیمہ سے کچھ دور ہی تھے کہ سیدنا عمرؓ نے انہیں اور ابوسفیان کو دیکھ لیا اور کہا: ''اوہو! کفر کا سردار خود ہی ہمارے قبضے میں آ گیا ہے، جانے نہ پائے''۔ یہ کہہ کر تلوار سونت کر ابوسفیان پر جھپٹے لیکن سیدنا عباسؓ تیزی سے ابوسفیان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے خیمہ میں داخل ہوگئے اور رحمت للعالمین ﷺ سے ان کے اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کے لیے پناہ حاصل کر لی۔سیدنا عمرؓ بھی تیزی سے پیچھے پیچھے پہنچے اور عرض کیا ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مدتوں کے بعد یہ دشمنِ اسلام قابو میں آیا ہے۔اجازت دیں کہ اس کی گردن مار دوں''۔سیدنا عباسؓ نے کہا کہ ''اے عمر! اگر ابوسفیان عبد مناف کے خاندان سے نہ ہوتا اور تمہارے قبیلے کا آدمی ہوتا تو تم اس طرح اس کی جان لینے کے خواہش مند نہ ہوتے'' یہ سن کر

---

[1] صحیح مسلم :6222،السیرۃ النبویۃ لابن کثیر،ج:3،ص:354،نہایۃ الارب فی فنون الادب،ج:17،ص:251، عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری،ج:17،ص :236

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

سیدنا عمرؓ نے جواب دیا: ''عباس! ٹھہر جاؤ، خدا کی قسم! تمہارا اسلام لانا میرے نزدیک خطّاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تمہارا اسلام لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ابوسفیان کو معاف کر دیا تو اس کے بعد سیدنا عمرؓ نے ابوسفیان پر کوئی اعتراض نہ اٹھایا۔ اس کے بعد مکہ پُر امن طریقے سے فتح ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ اہل مکہ سے بیعت لینے کے لیے کوہِ صفا پر تشریف لائے۔ مردوں سے آپ ﷺ نے خود بیعت لی اور سیدنا عمرؓ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مقرر کیا جنہوں نے عورتوں سے صرف زبانی بیعت لی۔ سیدنا عمرؓ کے لیے یہ بھی ایک بڑا اعزاز ہے کہ کعبہ پر لگی تصویروں کو مٹانے کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے انہی کو مامور فرمایا[1]۔

---

① تفسیر البغوی، النّصر:1، تاریخ الخمیس فی احوال انفس والنفیس، ج:2، ص:81، عشرہ مبشرہ، ص:176،
عمر بن خطاب شخصیت اور کارنامے، ص:101,102

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

خلافت

خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت میں سیدنا عمرؓ ان کے مشیر خاص رہے اور شاید ہی کوئی ایسا کام ہو جس میں خلیفۂ اول نے آپؓ سے مشورہ نہ لیا ہو۔ خلیفہ بنتے ہی سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا، ان کے حل کے لیے سیدنا عمرؓ ان کے دست راست بنے رہے اور ہمیشہ انہیں مخلصانہ اور دوراندیشانہ مشورے دیتے رہے۔ خلیفۂ اول سیدنا ابوبکرؓ نے عدالت کا محکمہ ان کے سپرد کر رکھا تھا کیونکہ انہیں سیدنا عمرؓ کی انصاف پروری، غیر جانبداری، بصیرت، فراست اور تفقہ فی الدّین پر بھرپور اعتماد تھا۔ عہد صدیقی میں سیدنا عمرؓ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے دلائل دے کر اور پُر زور اصرار کر کے خلیفۂ اول کو جمع و تدوین قرآن پر آمادہ کیا اور اس کی فوری ضرورت اور اہمیت پر قائل کیا اور اس طرح پہلی بار قرآن کتابی شکل میں سامنے آیا۔[1]

سیدنا ابوبکرؓ نے اپنی وفات سے قبل سیدنا عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنے کے خیال سے رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے اکابر صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ سب سے پہلے جب سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے کہا ''عمرؓ کی قابلیت میں شک نہیں لیکن مزاج میں سختی ہے''۔ سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا ''وہ اس لیے ہے کہ میں نرم تھا، جب ذمہ داری ان پر آپڑے گی تو وہ خود بخود نرم ہو جائیں گے'' پھر سیدنا عثمانؓ کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عمر کا باطن ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں میں ان کا جواب نہیں۔ آپؓ نے سیدنا عثمانؓ سے وصیت نامہ کے ابتدائی الفاظ ابھی لکھوائے ہی تھے کہ آپؓ کو غش آ گیا۔ سیدنا عثمانؓ نے یہ دیکھ کر خود ہی لکھ دیا کہ ''میں عمر کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں'' کیونکہ آپؓ جان چکے تھے کہ سیدنا ابوبکرؓ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدنا ابوبکرؓ کو ہوش آیا تو انہوں نے سیدنا عثمانؓ سے کہا کہ جو لکھا ہے پڑھ کر سناؤ۔ سیدنا عثمانؓ نے پڑھ کر سنایا تو اللہ اکبر پکار اٹھے اور فرمایا کہ اللہ تم کو جزائے خیر دے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے یہ وصیت نامہ اپنے غلام کو مجمعِ عام میں سنانے کے لیے کہا۔ پھر آپؓ نے لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد سیدنا عمرؓ کو پر اثر اور مفید نصیحتیں کیں۔ سیدنا ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق سیدنا عمرؓ کو خلیفہ دوم مقرر کیا گیا اور

① صحیح البخاری: 4986، 7191، سنن الترمذی: 3103، عمر بن خطاب شخصیت اور کارنامے، ص: 140,141

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ①۔ سیدنا ابوبکرؓ کی فہم وفراست کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ واقعی ان کے کہنے کے مطابق خلیفہ بننے کے بعد سیدنا عمرؓ کی سختی نرمی میں بدل گئی اور اسلامی حکومت کو ان کے عہدِ خلافت میں جو استحکام ملا وہ قابلِ تعریف ہے۔

خطبۂ خلافت

خلیفہ بننے کے بعد خطبہ دینے کے لیے سیدنا عمرؓ ادب کے باعث منبر کی تیسری سیڑھی پر کھڑے ہوئے کیونکہ آپ ﷺ پہلی سیڑھی پر خطبہ دیتے تھے اور سیدنا ابوبکرؓ دوسری سیڑھی پر خطبہ دیتے تھے۔ خلافت کے بعد آپؓ نے جو پہلا خطبہ دیا وہ قابلِ ذکر ہے۔ اللہ کی حمد وثنا کے بعد آپ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا۔ پھر روزِ آخرت کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

''لوگو! اب تمہارے معاملات کی ذمہ داری میرے شانوں پر رکھ دی گئی ہے۔ دراصل یہ میری تمہارے ذریعے اور تمہاری میرے ذریعے آزمائش ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری سختی اب نرمی میں بدل گئی ہے لیکن ان لوگوں کے لیے بدستور قائم ہے جو مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو امن وسلامتی سے رہیں اور جرأت وایمان رکھتے ہیں تو ان کے لیے میں سب سے زیادہ نرم ہوں۔ اگر کوئی کسی پر ظلم یا زیادتی کرے گا تو میں اس وقت تک اسے نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کا رخسار زمین پر نہ لگا دوں۔

لوگو! مجھ پر تمہارے چند حقوق ہیں جو میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اپنے یہ حقوق مجھ سے حاصل کرلو۔ مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ جب تم میں سے کوئی میرے پاس آئے تو مجھ سے اپنا حق لے کر جائے۔ مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہارے خراج اور اس غنیمت میں سے جو اللہ تمہیں عطا کرے کوئی چیز ناحق نہ لوں۔ مجھ پر تمہارا یہ حق بھی ہے کہ میں تمہارے وظائف میں اضافہ اور تمہاری سرحدوں کو مضبوط کروں اور تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں۔ تمہیں گھر واپس آنے سے نہ روکوں اور جب تم جنگ پر جاؤ تو ایک باپ کی طرح تمہارے اہل وعیال کی نگرانی کروں۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، مجھ سے درگزر کرکے میرا ہاتھ بٹاؤ، نیکی کے احکامات کی تعمیل کروانے

---

① عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 149-145

اور برائی سے روکنے میں میری مدد کرو اور تمہاری جو خدمات اللہ نے میرے سپرد کی ہیں ان کے متعلق مجھے نصیحت کرو۔ میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں‘‘۔

اس جامع و بلیغ خطبہ کے ذریعے سیدنا عمرؓ نے مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا کہ خلیفہ وہ نہیں ہوتا جو جابر و آمر ہو بلکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق عمل کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے کا پابند ہوتا ہے اور رعایا کو جواب دہ ہوتا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان خلیفہ سے جواب طلبی کر سکتا ہے۔ اس خطبے سے ان لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہو گئے جو سیدنا عمرؓ کی سخت گیر طبیعت سے خائف تھے۔ سیدنا عمرؓ نے لوگوں کو نہ صرف اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا سکھایا بلکہ اس پر عمل پیرا ہونے کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ اس عقل مندی اور عادلانہ سلوک کی یقین دہانی کے باعث لوگ ان کے معاون اور مددگار بن گئے اور خلافت کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھانا سیدنا عمرؓ کے لیے سہل ہو گیا[1]۔

---

① عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:160-164

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

فتوحات

فتوحات کی ابتدا تو سیدنا ابوبکرؓ کے دور ہی میں ہوگئی تھی لیکن سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں فتوحات کے دروازے مزید کھلتے چلے گئے ۔ اسلامی لشکر نے ہر جگہ نہایت جرأت و بہادری سے اسلامی جھنڈا لہرایا لیکن کہیں بھی کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی گئی۔چنگیز خان اور ہلاکو خان کے برعکس، نہ کہیں کوئی تباہی ہوئی اور نہ ہی کسی علاقے کو ویران کیا گیا۔اسلامی لشکر نے اخلاق کی ایسی بلند مثالیں قائم کیں کہ لوگ متاثر ہو کر خود بخود مسلمان ہونے لگے۔اس دور میں اس قدر فتوحات ہوئیں کہ ایران، شام، مصر وغیرہ پر اسلامی حکومت کا جھنڈا لہرایا اور اسلامی لشکر مکران کو فتح کرتا ہوا سندھ تک پہنچ گیا۔

اس طرح عہدِ فاروقی میں اسلامی حکومت کا کل رقبہ بائیس لاکھ، اکاون ہزار اور تیس مربع میل تک پھیل گیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۝

”وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب فرمادے اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار گزرے“[1]۔

اس طرح سیدنا عمرؓ مجاہدین کو جہاد کے اصل مقاصد سے روشناس کرواتے، ان میں ایمان کی روح بیدار کرتے اور ان کو وطن پرستی سے آزاد کر کے جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے۔

جنگِ یرموک

مسلمان شام کی طرف مسلسل فتوحات حاصل کرنے لگے اور جب یکے بعد دیگرے شام کے علاقے رومیوں کی دسترس سے نکلتے چلے گئے تو عیسائی بادشاہ ہرقل کو تشویش ہوئی۔اس نے ایک فیصلہ کن جنگ کر کے مسلمانوں کو شکستِ فاش دینے کا منصوبہ بنایا اور خود اس جنگ کی تیاری میں بھرپور دلچسپی لی۔ عیسائیوں کو اتنے بھرپور طریقے سے جنگ میں حصہ لینے کی دعوت دی کہ وہ راہب جو سالہا سال سے خانقاہوں سے باہر نہیں نکلے تھے، اب عیسیٰؑ کے نام پر باہر نکل آئے اور بستی بستی صلیب لے کر گھومتے

① التوبة:33

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

تھے۔لوگوں کوصلیب اور مذہب کے نام پر جنگ میں شامل ہونے کی اپیل کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جنگ میں شرکت کریں۔

اس شدت کی تیاری دیکھ کر مسلمانوں نے بھی مفتوحہ علاقوں میں موجود اسلامی فوج واپس بلالی تاکہ رومیوں کا مقابلہ کرسکیں۔جب اسلامی فوج شام کے مفتوحہ علاقے چھوڑ کر واپس جانے لگی تو انہوں نے مفتوحہ غیر مسلموں کا جزیہ یہ کہہ کر واپس کردیا کہ یہ ہم نے تمہاری حفاظت کے لیے لیا تھا چونکہ اب ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے لہٰذا اس جزیہ پر اب ہمارا کوئی حق نہیں۔ یہ مثالی عدل وعظمت دیکھ کر مقامی لوگ رو پڑے کیونکہ تاریخ میں ایسی رواداری کی مثال کہیں نہیں ملتی کہ فاتحین نے لیا ہوا ٹیکس اپنی مجبوری کے پیشِ نظر مفتوحہ غیر مسلم رعایا کو واپس لوٹا دیا ہو۔ لہٰذا ایسا عدل اور رعایا پروری دیکھ کر ان غیر مسلموں نے دعائیں دے کر مسلمانوں کو رخصت کیا اور سپہ سالار سیدنا ابوعبیدہؓ سے کہا ”اللہ تم لوگوں کو واپس لے کر آئے“۔

جنگ کے لیے رومی فوج کی تعداد بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ ہوگئی۔ان کے سب فوجی جدید اسلحہ سے لیس تھے۔کئی ہزار رومی فوجیوں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تاکہ وہ اس میدان سے پیچھے نہ ہٹیں۔دوسری طرف مسلمانوں کی کل تعداد صرف تیس سے چالیس ہزار تھی۔یرموک کے قریب دو دریاؤں کے ملاپ سے ایک بڑا میدان بن جاتا ہے، یہ جنگ اس مقام کی نسبت سے جنگِ یرموک کہلاتی ہے۔اسی مقام پر دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ابتدا میں رومی میدانِ جنگ پہ چھاگئے اور اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کے (میمنہ) دائیں دستہ کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مسلمان فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا اور پیچھے ہٹتے ہٹتے وہ مسلمان عورتوں کے خیمے تک جا پہنچے۔اس وقت مسلمان خواتین نے مثالی ہمت کا مظاہرہ کیا اور اپنے خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر مردوں کی غیرت کو للکارتے ہوئے کہا کہ اگر تم لوگ مزید پیچھے ہٹے تو ہم خود تم لوگوں کے سر توڑ دیں گے۔ یہ للکار کارگر ثابت ہوئی ،مسلمانوں کی غیرت نے جوش مارا اور بالآخر اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔اس جنگ میں فیصلہ کن فتح کے بعد تاریخ نے ایک نیا رخ اختیار کرلیا (رومی حکومت کو شکست فاش ہوئی) اور ہرقل روم اس جنگ سے شکست خوردہ ہو کر حسرت سے شام کے سبزہ زاروں کو الوداع

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کہتے ہوئے وہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا[1]۔

جنگِ قادسیہ

اس دور میں عراق ایرانی حکومت کا حصہ تھا اور یہ جنگ عراق میں واقع قادسیہ کے مقام پر ایرانیوں سے لڑی گئی۔ ایک جانب فارس کی زبردست فوج تھی جو مکمل طور پر مسلح فوج تھی اور دوسری جانب اسلامی لشکر تھا جس کے پاس اسلحہ اور افراد کی قلت تھی۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سپہ سالار تھے جن کے پاس گو کہ اس قدر اسلحہ وافرادی قوت تو نہ تھی مگر ان کے لشکر میں جرأت مند صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ عراق میں مسلمانوں کی مسلسل فتوحات کے باعث ایرانی چوکنے ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے اہم اقدامات کیے۔ لہٰذا اُنہوں نے ملکہ پوران دخت کو ہٹا کر اس کی جگہ شہزادے یزدگرد کو تخت پر بٹھا دیا اور نئے سرے سے جنگ کی بھرپور تیاریاں شروع کر دیں۔ اِدھر سیدنا عمرؓ کو اس زبردست تیاری کی اطلاع ملی تو انہوں نے سیدنا قعقاعؓ کے ہمراہ چھ یا دس ہزار کا مزید لشکر بھیجا جبکہ ایرانیوں کے لشکر کی تعداد کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اہل فارس کے پاس دولت کی فراوانی تھی لہٰذا ان کی فوج جدید و بہترین اسلحہ سے لیس ہو کر میدان میں اتری۔ ان کے لشکر کی ایک بڑی تعداد سپاہیوں کے علاوہ 300 ہاتھیوں کا لشکر بھی شامل تھا۔ مسلمانوں کو ہاتھیوں کے ساتھ لڑنے کا کوئی تجربہ نہ تھا، لڑنا تو درکنار اس سے قبل انہوں نے ہاتھی دیکھے بھی نہ تھے کیونکہ جزیرۃ العرب میں ہاتھی نہیں پائے جاتے تھے۔ ایک دن اور ایک رات کی مسلسل جنگ کے باوجود مسلمانوں کو فتح حاصل نہ ہو سکی اور ہاتھیوں نے اسلامی لشکر کو کافی نقصان پہنچایا بالآخر مسلمانوں نے ہاتھیوں سے مقابلے کا ایک حل یہ سوچا کہ اپنے اونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈال دیں تاکہ اس سے اونٹ بڑے لگنے لگیں اور دشمنوں پر رعب پڑے۔ یہ صحابہ کرامؓ کی فہم و فراست اور جرأت ہی تھی کہ وہ کسی مشکل میں گھبراتے نہیں تھے بلکہ ہمت اور تقویٰ کے ساتھ اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے صبر اور اسباب کے ذریعے ہی مسئلہ کا حل نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس حکمتِ عملی سے کسی حد تک نقصان میں کمی واقع ہوئی مگر اس کے باوجود ہاتھیوں نے دوسرے دن بھی بہت تباہی مچائی۔ سیدنا قعقاعؓ نے نومسلم ایرانیوں سے پوچھا کہ ان ہاتھیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے کیونکہ مسلمان نوجوان ہاتھیوں کے پاس جا کر تیر

---

① فتوح البلدان، ج:1،ص:139-136، خلفائے راشدین،ص:119-117

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بھی چلاتے لیکن کامیاب نہیں ہو رہے تھے۔تب ایک نو مسلم ایرانی نے مشورہ دیا کہ ان ہاتھیوں کی اگر سونڈ کاٹ دیں اور آنکھیں پھوڑ دیں تو یہ بے کار ہو جاتے ہیں۔مسلمانوں نے اسی ترکیب پر عمل کرتے ہوئے ہاتھیوں کے قریب جا کر ان کی آنکھوں کا نشانہ لے کر تیر چلائے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ جب ہاتھی زخمی ہو کر تکلیف سے شور مچاتے ہوئے واپس پلٹے اور اپنی ہی فوج کو روندڈالا تو ایرانی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔

اس موقع کا فائدہ اٹھا کر سیدنا قعقاعؓ نے فارس کے لشکر کے بہادر امیر رستم کو مار ڈالا اور بالآخر طویل جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

مدینہ میں جب سے سیدنا عمرؓ کو یہ اطلاع ملی تھی کہ رستم نے قادسیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا ہے تو ان کا روزانہ کا معمول بن گیا تھا کہ وہ مدینہ سے باہر نکل جاتے اور صبح سے لے کر دوپہر تک ایران کی طرف سے آنے والے ہر سوار سے قادسیہ کے معرکہ کے بارے میں پوچھتے پھر اپنے گھر واپس آجاتے۔آخر کار جب ان کی ملاقات قادسیہ کی فتح کی بشارت لانے والے آدمی سے ہوئی تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آرہا ہے؟ اور جب اس نے انہیں بتایا کہ قادسیہ سے تو وہ بولے: ''اللہ کے بندے ذرا مجھے بتا تو سہی کہ وہاں کیا ہوا''؟ سوار نے جواب دیا کہ اللہ کے دشمنوں کو شکست ہوئی۔پھر تو یہ عالم تھا امیر المومنین سوار سے پوری بات سننے کے لیے بے تابانہ اس کے پیچھے پیچھے پیدل بھاگتے چلے جارہے تھے اور وہ شخص اطمینان سے اپنی اونٹنی پر سوار انہیں جواب دیتا جا رہا تھا۔اسے مطلق خبر نہ تھی کہ یہ کون ہے جو اس کے پیچھے پیچھے یوں شوق سے بھاگا چلا آرہا ہے۔اتنے میں وہ مدینہ پہنچ گئے تو لوگ سیدنا عمرؓ کو دیکھتے ہی انہیں ''یا امیر المومنین السلام علیکم''، ''یا امیر المومنین السلام علیکم'' کہنے لگے۔تب سوار کو معلوم ہوا کہ وہ تو امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ ہیں تو گھبرا کر کہنے لگا، ''اللہ کی مہربانیاں آپ کے شاملِ حال ہوں! آپ نے تو بڑا ہی غضب کیا! مجھے کیوں نہ بتایا کہ آپ ہی امیر المومنین ہیں''۔تب امیر المومنین نے فرمایا: ''میرے بھائی کوئی بات نہیں''۔یعنی میرا تمہاری سواری کے پیچھے سراپا سوال بنے ہوئے بھاگنا ہرگز ایسی بات نہیں ہے جس پر تم پریشانی یا تعجب کا اظہار کرو۔یہ عمل آپؓ کی انتہا درجہ سادگی، عاجزی اور متواضع طبیعت کی ایک مثال ہے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اہم جنگوں میں خلیفہ خود پوری طرح باخبر رہتے اور مدینہ میں مقیم ہوتے ہوئے بھی ان کے دل و دماغ میدانِ جنگ کے حالات کی طرف مرکوز رہتے۔

اسی طرح ایک اور فیصلہ کُن معرکہ کے نتیجے کے بارے میں سیدنا عمرؓ بہت فکر مند تھے یہاں تک کہ راتوں کی نیندیں بھی اڑی ہوئی تھیں۔ایک دن ایک قاصد اسی اہم جنگ کی فتح کی خبر لے کر عین دوپہر کے وقت مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی میں یہ سوچ کر جا بیٹھا کہ ممکن ہے سیدنا عمرؓ اس وقت آرام فرما رہے ہوں۔ان کی لونڈی کو معلوم ہوا تو اُس نے سیدنا عمرؓ کو بتایا کہ قاصد خبر لے کر آیا ہوا ہے تو عمرؓ فوراً اس سے جا کر ملے اور کہا کہ تم نے مجھے اپنے آنے کی خبر کیوں نہیں کی؟ اس نے کہا میں سمجھا آپ سو رہے ہوں گے تو بولے: ''اگر میں سو جاؤں تو خلافت کون سنبھالے گا؟''[1]۔

یہ تھے سچے حکمران جو احساس ذمہ داری کے باعث اپنا آرام و آسائش قربان کر دیتے تھے۔

فتحِ مدائن

فارس کا دارالخلافہ مدائن دریائے دجلہ کے اُس پار تھا۔جنگِ قادسیہ میں شکستِ فاش کے بعد ایرانیوں نے دریائے دجلہ کا پل توڑ دیا اور کشتیاں بھی ہٹا دیں تا کہ دارالخلافہ محفوظ رہ سکے مگر جن کے جذبے سچے ہوں ان کے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔سیدنا سعد بن وقاصؓ نے پہلے تیر اندازوں کا ایک گروہ دریا کے پار بھیجا تا کہ وہ کنارے پر کھڑی فوج پر تیر برسائیں اور انہیں پسپائی پر مجبور کریں، تیر اندازوں نے بے دریغ تیر چلا کر دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا تا کہ مسلمانوں کا باقی لشکر دریا پار کر کے کنارے تک پہنچ جائے۔اگرچہ اس دن دریا میں طغیانی تھی مگر اسلامی لشکر کے سپہ سالار سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے اس بات کی کوئی پروا نہ کی اور ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' کہہ کر اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔

؎ ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

ان کو دیکھ کر ساری اسلامی فوج نے بھی اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے۔جب سارے لشکر کے

---

① عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 654-604

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

گھڑسوار منظّم طور پر پانی میں آگے بڑھنے لگے تو ایرانی یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور بولے: ''دیوان آمد''یعنی دیو آ گئے کہ یہ انسان تو ہو ہی نہیں سکتے، جن کو چڑھتا ہوا دریا بھی نہ روک سکا۔ بقول شاعر

؎ دشت تو دشت صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

ایرانی بادشاہ پہلے ہی اپنے اہل وعیال سمیت مدائن سے جا چکا تھا لہٰذا اس کے لشکر کی ہمت پست ہو چکی تھی۔ اس صورت حال کا مسلمانوں کو مزید فائدہ ہوا اور انہوں نے دریا پار کر کے معمولی سی جنگ کے بعد مدائن فتح کرلیا۔ ایران اس وقت ایک عظیم طاقت تھی اور ایک لمبے عرصے سے وہاں بادشاہت قائم تھی اس لیے مدائن سے بے شمار مال و دولت جن میں سونے کے کنگن، سونے کے برتن، سونے کا تخت، زر و جواہر، قیمتی نوادرات کے ساتھ ساتھ کسریٰ کا سونے کا نادر و قیمتی تاج بھی مالِ غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شام کے وقت ایک مسلمان سپاہی یہ بیش قیمت تاج بیت المال میں جمع کروانے آیا تو اندراج کرنے والے نے اس کا نام پوچھا۔ جواب میں اس نے کہا کہ جس کی رضا کے لیے میں نے یہ جمع کروایا ہے اسے میرا نام معلوم ہے۔ یہ کہہ کر وہ فوراً اندھیرے میں روپوش ہو گیا کیونکہ اس امانت و دیانت پہ نہ تو اسے تعریف درکار تھی اور نہ ہی کوئی انعام! اس نے یہ سب رضائے الٰہی کے لیے کیا تھا اور آخرت کے اجر سے محروم ہونے کے خوف نے اسے نام بتانے سے باز رکھا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے ایک شہزادے کے محل کو صاف کروا کے نماز پڑھائی اور ان آیات کی تلاوت فرمائی:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝

''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور عزت والے مقام اور نعمتیں جن میں وہ خوش گپّیاں کرتے تھے''۔

ان فتوحات کے بعد مالِ غنیمت مدینہ منورہ بھجوایا گیا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ نے کسریٰ یعنی قدیم ایران کے تاجدار کی تلوار، اس کی زرہ، اس کا لباس، تاج اور تمام مالِ غنیمت مدینہ بھجوا دیا۔ جب یہ تمام مال و زر مسجد نبوی میں ڈھیر کیا گیا تو سورج کی کرنوں میں سیم و زر کے چمکنے سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ عوام تو حیران اور متعجب تھے مگر سیدنا عمر ؓ رونے لگے۔ صحابہ کرام ؓ ان کے رونے سے حیران ہوئے اور کہا

کہ خلیفہ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ نے اتنا فضل کیا لیکن سیدنا عمرؓ بولے: ''ہاں! میں روتا ہوں! اس لیے کہ جب دولت کی کثرت ہوتی ہے تو وہ حسد اور رقابت کو جنم دیتی ہے اور دولت آنے سے قوموں کا وقار ختم ہونے لگتا ہے''۔ یہ بات بہت دوراندیشی پر مبنی تھی اور تاریخ نے ثابت کیا کہ بعد کے ادوار میں جب مسلمانوں میں دولت کی فراوانی ہوئی تو آپس میں حسد و رقابت کی آگ بھی بھڑک اٹھی۔ اس کے علاوہ مال و جاہ کی بڑھتی ہوئی طمع نے ان کے اتحاد اور وقار کو پارہ پارہ کر دیا۔

جس وقت کسریٰ کا تاج سیدنا عمرؓ کے پاس لایا گیا تو آپؓ نے فرمایا: ''وہ لوگ جنھوں نے یہ قیمتی تاج ہمارے سپرد کر دیا، کیسے امانت دار لوگ ہیں''۔ اس پر سیدنا علیؓ بول اٹھے: ''دراصل قوم نے آپ کو پاکیزہ پایا اور وہ بھی پاکیزہ ہوگئی اگر آپ راہ حق سے منحرف ہوگئے ہوتے تو آپ دیکھتے کہ قوم بھی حق سے منحرف ہو جاتی''۔

کسریٰ کے بادشاہ کی تلوار، اس کی زرہ، اس کا لباس اور تاج دیکھ کر سیدنا عمرؓ نے مجلس پر ایک نگاہ ڈالی، حاضرین میں سیدنا سراقہ بن مالک بن جُعشُمؓ سب سے زیادہ جسیم اور قدآور دکھائی دیے۔ ان سے فرمایا: ''لو ذرا یہ پہن کر دکھاؤ تو سہی''۔ سراقہؓ کہتے ہیں کہ میری نظریں اس قیمتی لباس پر ہی تھیں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یعنی اس لباس کو پہن لیا پھر آپؓ نے مجھے ذرا پیچھے ہٹنے کا کہا تو میں پیچھے ہوگیا۔ پھر فرمایا: ''میری طرف دیکھو!'' میں نے حکم کی تعمیل کی۔ سیدنا عمرؓ کہنے لگے: ''بہت خوب بہت خوب، بنی مدلج کے بادیہ نشین کو دیکھو اور کسریٰ کے اس سونے کے لباس کو دیکھو! سراقہ تم اب اس لباس کو اتار دو! ورنہ تمہارے خاندان میں یہ چیزیں باقی رہ گئیں تو تمہارا قبیلہ اس پر ناز کرے گا''۔ سراقہؓ کہتے ہیں: مجھ سے کسریٰ کا لباس اتروا دیا گیا اور کسریٰ کے کنگن مجھے عطا کر دیے گئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے سراقہ کو سفرِ ہجرت کے دوران اس کی بشارت دی تھی۔

اس مالِ غنیمت میں فارس کے بادشاہ کا مشہور فرشِ بہار بھی شامل تھا جس پر موسم بہار کی منظرکشی کی گئی تھی سونے کی تاروں سے بنا ہوا یہ بیش قیمت فرش جا بجا جواہرات سے مزین تھا۔ پھول بوٹے یاقوت و زمرد کے بنے ہوئے تھے اور ندیاں سچے موتیوں کی بنی ہوئی تھیں۔ خاص مواقع پر بادشاہ اپنے امرا کے ساتھ اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتا تھا۔ جب یہ فرشِ بہار مدینہ منورہ پہنچا تو سب اس کی خوب صورتی

دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اسے توڑا نہ جائے بلکہ عجائب گھر میں رکھ دیا جائے مگر سیدنا علیؓ نے کہا کہ یہ کفر کی یادگار ہے اس لیے اس کو توڑ دینا ہی بہتر ہے اور اس کے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں لہٰذا ایسا ہی کیا گیا۔ایک ٹکڑا جو ایک صحابیؓ کے حصے میں آیا تھا اس کی موجودہ دور کے مطابق ایک لاکھ روپے قیمت تھی اسی سے اس فرش کی کل مالیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! تو نے یہ تمام لعل وزر اور تاج و نگیں نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کے دور میں امت کو نہیں عنایت فرمائے بلکہ میرے دور میں عنایت فرمائے اگرچہ نبی کریم ﷺ اور کریم ابوبکرؓ دونوں ہی تیری نگاہ میں مجھ سے کہیں زیادہ مکرم اور محبوب تھے۔اب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں تو نے مجھے یہ سب کچھ اس لیے عطا کیا ہے کہ تجھے ان کے ذریعے میری آزمائش مقصود ہے''۔اس کے بعد وہ اتنا زیادہ روئے کہ ان کی شدتِ گریہ دیکھ کر لوگوں کو ان پر رحم آنے لگا پھر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا کہ وہ شام ہونے سے پہلے پہلے یہ تمام مال وزر اور لعل و جواہر امت میں تقسیم کر دیں[1]۔

؎ تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سردارا

فتحِ بیت المقدس

سیدنا ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں ہی اسلامی فوج شام پر چڑھائی کے لیے فلسطین کی طرف پیش قدمی کر چکی تھی۔ بیت المقدس کے عیسائیوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ سیدنا عمرؓ چابیاں لینے خود تشریف لائیں لہٰذا خلیفۂ دوم نے شام کی جانب سفر کا آغاز کیا۔

اِن کا لباس اور سفر کا سامان نہایت ہی معمولی تھا۔آپؓ کے غلام اسلم کا بیان ہے، کہتے ہیں کہ ''مجھے یاد ہے کہ میں امیر المومنین ابن خطابؓ کے ساتھ تھا۔ ہم نے شام کا قصد کیا اور ہم شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ملک شام کی سرحد آ پہنچی تو کسی ضرورت سے امیر المومنین کو اپنی سواری روکنی پڑی اور وہ دور نکل گئے، اتنے میں میں ان کے اونٹ پر بیٹھ گیا۔امیر المومنین واپس آئے تو بے تکلفی سے میرے اونٹ پر

① تاریخ الطبری، ج:4، ص:459، 10، الدّخان:27-25

بیٹھ گئے اور اسی حالت میں ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم شام میں داخل ہو گئے۔ لوگ جوق در جوق آتے جا رہے تھے اور میں امیر المومنین کی جانب اشارہ کرتا جاتا تھا کیونکہ میں خلیفہ کے اونٹ پر سوار تھا اور لوگوں کو خلیفہ کی پہچان اس لیے دشواری ہو رہی تھی کہ وہ ایک غیر مزیّن اونٹ کی پشت پر سوار تھے۔ ان کے دونوں پاؤں اونٹ کی پشت کے دونوں جانب لٹک رہے تھے گویا ان کے پاؤں کو رکاب کا سہارا تک نہ ملا ہوا تھا اور ان کے اوپر ایک معمولی سی اونی چادر تھی۔ جب اونٹ پر سوار ہوتے تو اس پر بیٹھ جاتے اور اونٹ سے اترتے تو وہی بچھا کر زمین پر بیٹھ جاتے۔ ان کے تن پر ایک قمیص تھی جو جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ جابیہ نزدیک آ گیا تو فاروق اعظم نے اس بستی کے رئیس کو طلب کیا۔ وہ آیا تو سیدنا عمرؓ نے اس سے فرمایا: ''میری قمیص دھلوا کر اس میں ٹانکے لگوا دو اور اس دوران مجھے کوئی قمیص عاریتاً دے دو''۔ لہٰذا آپؓ کے لیے ایک قیمتی قمیص لائی گئی تو آپؓ نے اپنی قمیص دھلنے اور سلنے کے لیے دے دی اور عارضی طور پر ان کا مقامی قیمتی لباس پہن لیا۔ جب ان کی وہی کھردری قمیص دھل گئی تو قیمتی قمیص واپس کر کے اپنی سادہ قمیص پھر پہن لی اور اونٹ پر سوار ہو گئے۔ رئیس نے یہ رنگ دیکھ کر کہا: ''آپ عرب کے حکمران ہیں آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ ایک اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں''، مگر آپ نے اپنے لباس یا سواری میں کسی قسم کی آرائش اور ظاہر داری کی اجازت نہ دی۔

جب سیدنا عمرؓ شام پہنچے تو مسلمان افسران نے ان کا استقبال کیا اور ان کے سادہ اور پیوند لگے لباس کو دیکھ کر سوچا کہ عیسائی امرا تو بہت قیمتی پوشاک پہنتے ہیں لہٰذا بہتر ہو گا کہ خلیفہ قیمتی لباس پہن کر ان سے ملیں تاکہ عیسائی امرا سیدنا عمرؓ کو حقیر نہ جانیں لہٰذا وہ عمرؓ کی خدمت میں قیمتی لباس لیے حاضر ہوئے اس پر انہوں نے فرمایا: ''اللہ نے ہمیں جو عزت اسلام کے ذریعے دی ہے ہمارے لیے وہی کافی ہے''۔ پھر مسلمان افسروں کے شان دار لباس دیکھ کر سیدنا عمرؓ بے حد ناراض ہوئے، ریت و کنکریوں کی مٹھی بھر کر ان کی جانب پھینکی اور ان کو عجمیوں جیسے شان دار حلیے اپنانے پر سرزنش کی۔

عیسائیوں سے معاہدے کی تکمیل کے بعد آپؓ نے بیت المقدس کی سیر کا ارادہ کیا۔ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا تو عیسائیوں نے سیدنا عمرؓ کو اجازت دی کہ وہیں نماز پڑھ لیں لیکن انہوں نے باہر جا کر نماز ادا کی تاکہ ایسی کوئی مثال قائم نہ ہو کہ بعد میں مسلمان فاتحین کسی کلیسا کو زبردستی مسجد بنا لیں۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد سیدنا عمرؓ نے سیدنا بلالؓ سے درخواست کی کہ وہ اذان دیں۔ چونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اذان دینی چھوڑ دی تھی لیکن جب انہوں نے خلیفہ کی درخواست پر دوبارہ اذان دی تو مسلمانوں کے دل غم سے بھر آئے اور سیدنا بلالؓ سمیت سب رونے لگے کیونکہ ان سب کو وہ دور یاد آ گیا جب رسول اللہ ﷺ حیات تھے اور سیدنا بلالؓ اذان دیا کرتے تھے۔ سیدنا بلالؓ کا سوزِ زبان دلوں کو تڑپا دیتا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں وہ ان کی محبت سے سرشار تھے اور حبِ الٰہی کا جذبہ اذان میں چھلکتا تھا۔ اب آپ ﷺ کے بعد جدائی اور سوزِ عشق سے ایسی اذان دی کہ مدتوں لوگوں کو یاد رہی[1]۔ اسی لیے جب بعد کے ادوار میں اذانِ مسلماں میں بلالؓ جیسی تڑپ اور سوز نہ رہا تو شاعر نے کیا خوب کہا:

ے رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

بعد میں اسی مقام پر چھوٹی سی مسجد تعمیر کی گئی جو مسجدِ عمر کے نام سے مشہور ہے۔

تجزیہ نگاروں کے مطابق اگر بحیثیتِ جرنیل و حکمران سیدنا عمرؓ و سکندر اعظم کا مقابلہ کیا جائے تو سیدنا عمرؓ ہر میدان میں سکندر اعظم سے بہت بلند مقام پر نظر آتے ہیں۔ سکندر اعظم کی باقاعدہ فوج تھی اور وہ خود بھی ایک تربیت یافتہ جرنیل اور بادشاہ کا بیٹا تھا اس کے باوجود اس نے دورانِ فتوحات خود اپنے کئی جرنیل مروا دیے اور بہت سے لوگ خود اس کو چھوڑ گئے۔ اس کی فوج نے اس سے بغاوت بھی کی جبکہ سیدنا عمرؓ ایک ایسے خلیفہ اور حکمران تھے جن کے کسی ساتھی نے انہیں نہ چھوڑا اور نہ ہی ان کے خلاف بغاوت کی بلکہ سیدنا خالد بن ولیدؓ جیسے جرنیل اپنے عہدے سے معزول ہونے کے بعد بھی آپؓ کی فوج میں شامل رہے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپؓ نے سلطنت کا نظام بھی بہترین طریقے سے سنبھالا۔ اگر سکندر اعظم نے دس برس میں سترہ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا تو سیدنا عمرؓ نے اسی عرصہ میں 22 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا۔ اپنے مفتوح علاقے کو سکندر اعظم تو کوئی نظام نہ دے سکا جبکہ سیدنا عمرؓ نے دنیا کو بہترین نظامِ حکومت دیا جو آج بھی دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج ہے۔

---

① محض الصواب، ج:2، ص:592-590، حیاتِ فاروقِ اعظم لابن جوزی، ص:255-252، عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:677-672

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

نظامِ حکومت

سیدنا عمرؓ صاحبِ فراست ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین حکمران بھی تھے چنانچہ آپؓ نے تیزی سے بڑھتی ہوئی ریاست کوسنبھالنے کے لیے اہم اقدامات کیے۔

مجلسِ شوریٰ کا قیام

ملک کے اہم معاملات میں باہمی مشورہ کرنے کے لیے مجلسِ شوریٰ قائم کی جس میں صرف ان ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل کیا گیا جو صاحبِ علم وفراست ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت سے بھی مشرف ہوئے۔

صوبوں کی تقسیم

سیدنا عمرؓ کے زمانے میں فتوحات کا سلسلہ بہت عروج پر تھا جس کی بدولت اسلامی مملکت کی حدود بہت وسیع ہوچکی تھیں۔ انتظامی امور کو بہتر انداز میں کامیابی کے ساتھ چلانے کی خاطر حکومت کی نئی تنظیم کی گئی۔ سیدنا عمرؓ نے پوری حکومت کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کر دیا۔

1. مکہ معظّمہ 2. مدینہ منورہ 3. شام 4. بصرہ 5. کوفہ 6. مصر 7. فلسطین 8. جزیرہ۔ اس کے بعد ہر صوبے کو پھر مزید ضلعوں میں تقسیم کیا۔ عام طور پر ہر صوبہ دس یا بیس اضلاع پر مشتمل تھا[1]۔

صوبوں کے عہدے دار

ہر صوبے کا ایک گورنر مقرر کیا جس کی مدد کے لیے درج ذیل مزید عہدے دار متعین کیے:

1. کاتب یا میر منشی 2. کاتبِ دیوان 3. صاحب الخراج یعنی ٹیکس کلکٹر 4. صاحبِ احداث یعنی پولیس کے اعلیٰ افسر 5. صاحب بیت المال یعنی افسرِ خزانہ 6. قاضی یعنی جج[2] ان تمام عہدے داروں سے مندرجہ ذیل عہد لیا جاتا تا کہ وہ لباس، سواری، غذا اور ذاتی زندگی میں عیش وعشرت میں مبتلا ہونے کی بجائے سادگی اپنا کر اپنے فرائض پوری تندہی سے سرانجام دیں:

---

① عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:170 ، ص: 499 ② خلفائے راشدین، ص: 127

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

1. ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوں گے 2. باریک کپڑا نہیں پہنیں گے 3. چھنا ہوا آٹا نہیں کھائیں گے 4. دروازے پر کوئی دربان نہیں رکھیں گے تاکہ لوگوں اور فریادیوں کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رہے اور ان کی تکالیف کا ازالہ بروقت کیا جاسکے[1]۔

عہدے داروں کی نگرانی

سیدنا عمرؓ تمام عہدے داروں پر کڑی نظر رکھتے۔ ملکی حالات اور عہدے داروں کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لیے انہوں نے سراغ رساں مقرر کر رکھے تھے جو ان کو عہدے داروں سے متعلق اہم خبریں بہم پہنچاتے تھے۔ ان کے عہدے داروں کا کہنا تھا کہ اگرچہ ہم مدینہ سے سینکڑوں میل دور ہوتے لیکن ہمیں یوں لگتا گویا خلیفہ کی آنکھیں ہم پر ہی لگی ہوئی ہیں۔ اگر کسی گورنر یا بڑے افسر کی شکایت آتی تو امیر المومنین اسے مدینہ بلا کر خود تحقیق کرتے اور فرمایا کرتے: ''اگر کوئی عامل میری رعایا پر ظلم کرے تو رعایا کا فرض ہے کہ مجھے اس کے ظلم کی رپورٹ کرے۔ اگر میں اسے معطل نہ کروں تو پھر میں ہی ظالم ٹھہروں گا''[2]۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ اپنے بچوں سے شفقت و محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں آپ کا ایک عامل حاضر ہوا۔ اس نے (یہ دیکھ کر) ناگواری کا اظہار کیا (یعنی میں نے تو کبھی اپنے کسی بچے کا بوسہ نہیں لیا اور نہ کسی کو پیار کیا) سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''تم اپنے اہل کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو؟'' اس نے کہا **اِذَادَخَلْتُ سَكَتَ النَّاطِقُ** ''جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو (میرے رعب کی وجہ سے) بولنے والا خاموش ہو جاتا ہے''۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: **اِعْتَزِلْ فَاِنَّکَ لَا تَرْفَقُ بِاَهْلِکَ وَوَلَدِکَ، فَکَیْفَ تَرْفَقُ بِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ** ''تم معزول ہو جاؤ! کیونکہ تم اپنے اہل و اولاد کے ساتھ نرمی نہیں کرتے تو محمد (ﷺ) کی امت کے ساتھ کیسے نرمی کرو گے؟''[3]۔

ایک مسکین عورت سیدنا عمرؓ کے پاس شکایت لے کر آئی کہ آپ کے عامل محمد بن مسلمہؓ ہمارے یہاں آئے تھے۔ انہوں نے سب کو مال دیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر آپؓ نے فوراً محمد بن مسلمہؓ کو بلایا اور کہا:

---

① محض الصواب، ج:2، ص:510 ② عمر بن خطاب، ص:543 ③ ربیع الابرار و نصوص الاخیار، ج:5، ص:270، موارد الظمان لدروس الزمان، ج: 5، ص:49، المستطرف فی کل فن مستطرف، ج:1، ص:137، روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار، ج:1، ص:434

كَيْفَ اَنْتَ قَائِلٌ اِنْ سَاَلَکَ اللّٰهُ عَنْ هٰذِهٖ؟ ''اگر اللہ نے تجھ سے اس غریب عورت کے بارے میں سوال کر لیا تو تم کیا کہو گے''؟ محمد بن مسلمہؓ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ پھر سیدنا عمرؓ نے ان سے کہا: اب جاؤ اور اس کا حق ادا کرو! یہ کہہ کر آپؓ نے خود بھی اس عورت کو ایک اونٹ بھر غلہ اور زیتون لادکر دیے اور کہا: ''اس وقت ہم سفر میں ہیں، تم خیبر آ کر ہم سے ملو!''۔ چنانچہ وہ عورت خیبر میں ملی تو آپ نے مزید اونٹوں پر غلہ لاد کر دیا اور کہا: ''اب محمد بن مسلمہؓ ہر سال تمہارا حق ادا کیا کریں گے''[1]۔

مشہور مؤرخ ایچ کینیڈی سیدنا عمرؓ کے تقویٰ اور خوفِ خدا کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

Umar appears in Muslim tradition as the epitome of the stern, uncompromising, incorruptible ruler.
He is famous for his personal austerity and high standards, he expected the same from those entrusted with office.[2]

''عمر بااصول، دیانت دار، قدرے سخت حکمران اور اسلامی روایات کے حامل خلیفہ کے طور پر ابھرے وہ اپنی ذاتی پرہیزگاری میں اعلیٰ درجہ رکھنے کے لیے مشہور تھے اور انہی اقدار کی توقع اپنے افسران سے بھی رکھتے تھے''۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ کو گورنر جزیرہ عیاض بن غنم کے بارے میں شکایت ملی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں۔ تحقیق سے جب یہ بات سچ ثابت ہوگئی تو آپؓ نے ان کو مدینہ بلا کر کھردرا اونی لباس پہننے کو دیا اور بکریوں کا ریوڑ دے کر کہا کہ جنگل میں لے جا کر انہیں چراؤ۔ وہ بڑے شرمندہ ہوئے اور بار بار کہتے کہ اس سے تو مرنا بہتر ہے۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''تمہیں یہ کام کرتے ہوئے کیوں شرم آرہی ہے جبکہ تمہارے والد بکریاں چَراتے تھے اور اسی وجہ سے ان کا نام غنم پڑ گیا تھا''۔ تاہم ان کے معافی مانگنے پر آپؓ نے ان کو گورنر کے عہدے پر دوبارہ بحال کر دیا[3]۔

گورنر کوفہ سیدنا سعد بن وقاصؓ کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے لیے کوفہ میں ایک محل بنوایا ہے اور ڈیوڑھی پر پھاٹک لگایا ہے۔ آپؓ نے فوراً محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا کہ ان کے پھاٹک کو آگ لگا دو اور ان کے نام خط بھی روانہ کیا۔ سیدنا سعدؓ نے اپنی صفائی میں کہا: ''میں نے محل نہیں بنوایا بلکہ لوگوں نے خود ہی میرے مکان کا نام قصر سعد رکھ دیا ہے اور یہ کہ میرے مکان کے دروازے لوگوں کے لیے ہر وقت

---

① حیاۃ الصحابۃ، ج:2، ص:424 ② The Prophet and the Age of the Caliphate, p:57

③ عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:559-558

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

وقت کھلے ہیں اور سرِ بازار ہونے کی بنا پر شور وغل سے بچنے کے لیے صرف ڈیوڑھی بنوائی ہے"۔ تاہم اس عذر کو قبول نہ کیا گیا اور ان کی ڈیوڑھی کو ان کے سامنے جلا دیا گیا۔ قصر سعد کے بارے میں عذر قبول کر لیا گیا کیونکہ واقعی یہ ایک سادہ سا مکان تھا اور لوگوں نے خود اس مکان کا نام قصر رکھ دیا تھا[1]۔

ایک مرتبہ گورنرِ مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک قبطی کو بلاقصور کوڑے مارے، سیدنا عمرؓ نے گورنرِ مصر کو مع ان کے بیٹے فوراً مدینہ بلوایا اور اس قبطی سے سیدنا عمرو بن العاصؓ کے بیٹے کو اتنے ہی کوڑے لگوائے جتنے اس نے مارے تھے نیز فرمایا: "ایک دو کوڑے عمرو بن العاصؓ کو بھی لگاؤ کیونکہ اس کے بیٹے نے باپ کے گورنر ہونے کا غیر ضروری فائدہ اٹھانے کی کوشش کی"۔ تاہم اس قبطی نے سیدنا عمرو بن العاصؓ سے کوئی تعرض نہ کیا کہ جس کا قصور تھا، صرف وہی سزا کا مستحق ہے پھر سیدنا عمرؓ نے سیدنا عمرو بن العاصؓ سے فرمایا: "اے عمرو! ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا تم نے کب سے ان کو غلام بنا لیا؟"[2]۔

سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں ایک عامل اسلامی فتوحات اور جنگوں کے سلسلہ میں سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں ایک نہر تھی اور وہاں کوئی کشتی موجود نہ تھی کہ نہر پار کی جا سکے۔ لہٰذا عامل نے نہر کی گہرائی معلوم کرنے کے لیے ایک مقامی آدمی کو نہر میں اترنے کا حکم دیا، سردی کا موسم تھا لہٰذا جب وہ پوری نہر پار کر کے باہر نکلا تو ٹھٹھر کر مر گیا۔ سیدنا عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو عامل کو طلب کر کے تفتیش کی۔ اس نے جواب دیا: "امیر المومنین! میں نے اس کو قصداً قتل نہیں کیا۔ نہر پار کرنے کے لیے پانی کی گہرائی معلوم کرنا ضروری تھا اور مقامی لوگ ہی اس کے نشیب وفراز سے زیادہ واقف ہو سکتے ہیں اس لیے میں نے اسے نہر کی گہرائی ناپنے کے لیے کہا۔ چنانچہ پھر ہم نے نہر کو پار کیا اور بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں اور اس قدر رقوم لے کر اب ہم لوگ حاضر ہوئے ہیں"۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: "جو بھی مال وزر لے کر تم آئے ہو اس سے کہیں زیادہ مجھے ایک جان عزیز ہے"۔ پھر فرمایا: "اس کے گھر والوں کو دیت دے کر میری عمل داری سے نکل جاؤ تاکہ تمہاری صورت بھی مجھے نظر نہ آئے"[3]۔

---

① الموسوعة الفقهيه الكويتيه، ج:12،ص:271،الحاوی للفتاوی، ج:1،ص:145،مجموع الفتاوی، ج:28،ص:110، خلافت راشدہ، ص: 326-324 ② وسطية اهل السنة بين الفرق، ج:1،ص:171

③ ایام خلافت راشدہ، ص:150، منتخب کنز العمال، ج 6،ص:131، سیرت عمر، ص:66

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ’’ایک سفر میں میں اپنے والد کے ساتھ تھا کہ ان کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ امیر المومنین نے اپنی سواری روک لی اور جوں ہی اس شخص کا حال پوچھا تو اس نے بے اختیار رونا شروع کر دیا۔ اس پر میرے رقیق القلب والد بھی رو پڑے اور اس آدمی سے پوچھا کہ آخر تمھیں کیا ہوا ہے؟ تو وہ کہنے لگا، امیر المومنین! قصّہ یہ ہے کہ میں نے شراب پی۔ اس پر سیدنا ابو موسیٰؓ نے مجھے سزا دی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ میرے چہرے پر کالک لگا کر مجھے لیے لیے پھرے اور منادی کروادی کہ کوئی مجھ سے بات بھی نہ کرے۔ اس ذلت کے بعد میں نے یہ طے کیا ہے کہ یا تو اپنی تلوار سے ابو موسیٰ کو ماردوں گا یا خود کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں مجھے کوئی نہ جانتا ہو اور غیر مسلموں کے دیس میں جا بسوں گا‘‘۔ یہ کہہ کر وہ آدمی پھر رونے لگا۔ امیر المومنین پر اس بات کا گہرا اثر ہوا اور انھوں نے فرمایا: ’’میں اس بات سے بالکل خوش نہیں ہوں گا کہ تم بلادِ اسلام کو چھوڑ کر کفر و شرک کی بستی میں چلے جاؤ، میں خود جاہلیت کے ایام میں ان لوگوں میں ہوا کرتا تھا جو لوگوں کو شراب پلایا کرتے تھے‘‘۔ اس کے بعد سیدنا ابو موسیٰؓ کو درجِ ذیل تحریر روانہ کی:

’’فلاں شخص سے مجھے یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ میرا خط تم تک پہنچے تو لوگوں کو پھر سے اس آدمی سے ملنے جلنے کی اجازت دے دو اور اگر یہ توبہ کرلے تو اس کی شہادت کو بھی قابل قبول تسلیم کرلو‘‘۔ اس کے ساتھ ہی امیر المومنین نے کمال بخشش اور فیاضی کے ساتھ اس شخص کو پہننے کے لیے کپڑے اور دو سو درہم بھی دیے [1]۔

عہدے داروں کی راہ نمائی

سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ جب بصرہ کے امیر تھے تو ان کو سیدنا عمرؓ نے ان کی راہ نمائی کے لیے خط لکھا جس کے چند حصے درج ذیل ہیں:

○ سب سے زیادہ پاکیزہ اور سعادت مند حکام وہ ہوتے ہیں جن کی رعایا خوش حال اور فارغ البال ہو۔ اس کے برعکس وہ لوگ بہت ہی بد بخت ہوتے ہیں جو انسانی معاشرہ کو مصائب اور آلام میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو! تم گمراہ ہو گے تو تمھارے عُمّال (افسران حکومت) بھی گمراہ ہو جائیں گے۔ پھر تمھاری مثال ان جانوروں کی سی ہو گی جو صحرا میں سبزہ زار دیکھتے ہی اس طرف مڑ جاتے ہیں اور یہی

---

(1) ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:183-185

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

چیزان کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے (کیونکہ وہ اپنے اس انحراف سے صیّادوں کا شکار ہوجاتے ہیں)۔

○ جس شخص کی نیت خالص ہوگی۔اس کا وقار قوم کے اندر برقرار رہے گا اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔تاہم ریاکار کے دل کے تمام بھید اللہ تعالیٰ کو معلوم رہتے ہیں اور ریاکاروں کے لیے اللہ کی رحمتِ کاملہ کے خزانے بند ہی رہیں گے۔

○ آج کے کام کو کل پر مت ڈالنا۔

○ لوگوں کے اندر اہلِ اقتدار اور اہلِ حکومت کے لیے ایک قسم کا عناد موجود رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں اس عناد سے محفوظ رکھے۔

○ یادرکھو! عام طور پر لوگ دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔

○ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے دارالامارہ میں پورے پورے مجمع کو آنے کی اجازت دے دیتے ہو میرا یہ خط پہنچے تو اس کے بعد فرقِ مراتب کا لحاظ رکھنا، یعنی اہل شرف، اہل قرآن، اہل تقویٰ اور اہل دین اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ جائیں تو عام لوگوں کو بیٹھنے کی اجازت دی جائے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کے ایک خط کے درج ذیل آخری فقرے قابل غور ہیں جو انہوں نے اپنے ایک عامل کو لکھے: ''اپنے اچھے دنوں میں اپنا محاسبہ کرتے رہو کیونکہ جو کوئی دورِ راحت ہی میں اپنا محاسبہ شروع کر دیتا ہے وہی دوسروں کے لیے قابلِ رشک اور رضائے الٰہی سے کامیاب ہوتا ہے۔البتہ وہ شخص جسے دُنیاوی زندگی نے غفلت میں مبتلا کر رکھا ہے اور وہ اپنے نفس کا شکار بن کر رہ گیا ہے اس کا انجام حسرت وندامت پر ہوگا۔لہٰذا انسان کے لیے لازم ہے کہ نصیحتوں پر غور وفکر کرے اور بُرے اعمال سے بچے''[1]۔

عہدے داروں سے انصاف

سیدنا عمرؓ حد درجہ عدل وانصاف سے کام لیتے اور اس کے ساتھ ہی عمال اور رعایا کے درمیان غلط فہمیوں اور باہمی شکایات کے ازالہ پر ہمدردانہ غور بھی فرماتے۔عمال کے مراتب و درجات کا بھی خیال رکھتے اور غلط شکایات کے ازالہ کا خاص اہتمام بھی کرتے تھے۔سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ جب بصرہ کے حاکم تھے تو ان کو ایک شخص سے شکایت ہوئی تو انہوں نے سیدنا عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔سیدنا عمرؓ نے اس کو طلب

---

① عمر بن خطاب شخصیت اور کارنامے، ص:456

فرمایا اور پوچھا: مَا الَّذِیْ شَجَرَ بَیْنَکَ وَبَیْنَ عَامِلِیْ ''تمہارے اور میرے عامل کے درمیان کیا جھگڑا ہے''؟۔اس کی شکایت کو غور سے سنا اور پھر دونوں کے درمیان جو غلط فہمی تھی، اس کو دور کیا[1]۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ کے عامل تھے۔انہوں نے ایک شخص کو تہہ بند لٹکانے سے منع کیا تو اس نے کہا، پھر آپ کا تہہ بند کیوں نیچے ہے''؟ انہوں نے فرمایا:''میری اور تمہاری حالت میں فرق ہے۔ میری پنڈلی میں کچھ کمزوری ہے''۔سیدنا عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو غلط شکایت کرنے والے شخص کو درے سے مارا اور فرمایا:''تم خواہ مخواہ عامل پر اعتراض کرتے ہو''[2]۔

گویا آپؓ مکمل طور پر انصاف سے کام لیتے لیکن اگر رعایا سے زیادتی ہو رہی ہوتی تو ان کی اصلاح کرتے اور اگر عمال سے غلطی ہوتی تو ان کی تادیب کرتے۔

فوجی نظام

آپؓ کے دورِ خلافت سے قبل یہ طریقہ رائج تھا کہ ضرورت کے وقت جہاد کے لیے لوگ جمع ہو جاتے اور جنگ ختم ہونے کے بعد واپس چلے جاتے تھے۔سیدنا عمرؓ نے ایک مستقل اسلامی فوج تشکیل دی۔فوجیوں کو گھڑ سواری، نیزہ بازی، نشانہ بازی اور پیدل بھاگنے کی مشقیں کروائی جاتیں نیز تیرا کی سیکھنا بھی فوجیوں کے لیے لازمی تھا۔اس باقاعدہ فوج کے ساتھ ایک اور رضا کار فوج بھی تھی جو کہ اس باقاعدہ فوج کا حصہ تو نہیں تھی البتہ جہاد کے وقت اگر ضرورت پڑتی تو ان مجاہدین کو بھی لڑنے کے لیے بلا لیا جاتا تھا۔رضا کار مجاہدین کی اجرت باقاعدہ فوجیوں کی اجرت سے کم ہوتی تھی۔

فوجی سہولیات

سیدنا عمرؓ کے دور میں فوجیوں کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر تھیں۔فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں اور ہر چھاؤنی میں تین سے چار ہزار تازہ دم گھوڑے ہر وقت موجود ہوتے جو فوج کو ضرورت کے وقت مہیا کیے جاتے اس کے علاوہ فوجیوں کی صحت کا بھی خاص خیال رکھتے ہوئے انہیں سردی میں گرم اور گرمیوں میں سرد علاقوں میں آب و ہوا کی تبدیلی کے لیے بھیج دیا جاتا تھا تاکہ ان کی صحت اچھی رہے۔چودہ ہجری میں

---

① ابو بکر الصدیق افضل الصحابة واحقهم بالخلافة،ج:1،ص:77،ایام خلافت راشدہ،ص:350

②ایامِ خلافتِ راشدہ،ص:350

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کچھ وفود دوسرے ملکوں سے آئے تو خلیفہؓ نے محسوس کیا کہ ان کے رنگ متغیر تھے۔ وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انہیں دوسرے ملکوں کی آب وہوا موافق نہیں آتی۔ سیدنا عمرؓ کے کہنے پر سپہ سالار سیدنا سعدؓ نے سیدنا سلمانؓ اور سیدنا حذیفہؓ کو مقرر کیا کہ وہ عرب مزاج کے موافق مقام تجویز کریں جسے فوجی چھاؤنی بنایا جاسکے۔ ان دونوں نے کوفہ کے مقام کو تجویز کیا۔ سیدنا سعدؓ خود وہاں تشریف لے گئے اور جگہ پسند کرنے کے بعد خلیفہ کو لکھ بھیجا:

''میں نے چھاؤنی قائم کرنے کے لیے کوفہ کو پسند کیا ہے، یہ مقام حیرہ اور فرات کے درمیان واقع ہے۔ اس میں برّی اور بحری دونوں سہولتیں موجود ہیں اور اہل عرب کے مزاج کے مطابق ہے۔ میں نے اسلامی لشکر کو یہیں لا ٹھہرایا ہے۔ اہل عرب کے لیے یہ مقام نہایت مناسب ہے اور جن لوگوں نے مدائن میں رہنا پسند کیا ہے میں نے ان کو وہیں چھوڑ دیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو چھاؤنی بناؤں۔ لڑائی کے زمانے میں لشکر باہر چلا جایا کرے گا اور جنگ کے اختتام کے بعد واپس آیا کرے گا''۔

انہوں نے کوفہ کی تعمیر اور اُسے آباد کرنے پر ابوہیاج بن مالک کو مامور کیا اور کوفہ کے علاوہ دوسری چھاؤنی بصرہ میں بنائی جس کی تعمیر پر ابومحراب عاصم مامور تھے۔ پہلے ان دونوں مقامات پر مکان گھاس اور بانس سے بنائے گئے تھے۔ بعد میں آتش زدگی کے باعث وہ جل گئے تو خلیفہ کی اجازت سے اینٹ اور گارے سے گھر تعمیر کیے گئے لیکن کسی کو بھی تین کمروں سے زیادہ بڑا گھر بنانے کی اجازت نہ تھی۔

محکمۂ پولیس

سیدنا عمرؓ نے پولیس کا محکمہ بھی قائم کیا تاکہ وہ مستقل طور پر نگرانی کرے کہ کوئی شراب نہ بیچے، جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور نہ ہی سڑکوں پر کوئی ناجائز تعمیر کرے۔

محکمۂ افتاء

سیدنا عمرؓ نے شریعت کے مسائل حل کرنے کے لیے باقاعدہ محکمہ افتاء بنایا اور لوگوں کو خود سے مسئلے حل کرنے اور فتوے دینے سے روکا۔ اس محکمہ میں سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سیدنا معاذ بن جبل انصاریؓ، سیدنا زید بن ثابتؓ، سیدنا ابودرداءؓ اور سیدنا ابوہریرہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو مقرر کیا جو فتاوٰی جاری کرتے تھے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

قاضیوں کونصیحت

سیدنا عمرؓ کا ایک خط نقل کیا جارہا ہے جوانہوں نے قاضیوں کونصیحت کرتے ہوئے لکھا۔اس خط سے انصاف کے بارے میں سیدنا عمرؓ کے مؤقف کا خوب اندازہ ہوتا ہے:

''حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہوکہ فیصلہ ایک اہم فرض ہے اور پیروی کیے جانے کے لائق سنت ہے۔خوب سمجھ لوکہ جب جھگڑا تمہارے پاس لایا جائے تو ایسا فیصلہ قطعی بے سود ہے جسے نافذ نہ کیا جاسکے۔اپنی مجلس میں اور انصاف میں،لوگوں میں برابری کا خیال رکھو تا کہ امیر تمہاری بے جا حمایت کا لالچ نہ کرے اور غریب تمہارے انصاف سے ناامید نہ ہو۔مدّعی کے ذمے ثبوت ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم۔ مسلمانوں میں صلح جائز ہے بجز اس صلح کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردے۔اگر کل تم کوئی فیصلہ کر چکے ہو اور آج اس میں غور کر کے تم نے حق پہچان لیا ہے تو کل کا فیصلہ تمہیں حق کی طرف لوٹنے میں رکاوٹ نہ بنے کیونکہ حق قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے اور حق کو اختیار کرنا بہتر ہے۔جو چیز تمہیں قرآن وحدیث میں نہ ملے اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتی ہو تو اس کے افعال پر غور کرو اور اس کا فیصلہ ان کے افعال پر قیاس کرتے ہوئے کردو۔اگر کوئی مدعی کسی غیر موجود حق کا یا کسی معیاری ثبوت کا دعویٰ دار ہو تو مقدمہ کی تاریخ ڈال دو۔اگر وہ ثبوت لے آئے تو اس کا حق اس کے حوالے کردو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کردو کیونکہ شک دور کرنے اور ابہام کو مٹانے کی اس سے بہتر کوئی صورت نہیں۔سب مسلمان آپس میں عادل ہیں سوائے اس کے کہ جس پر حد جاری ہو چکی ہو یا جس کی جھوٹی شہادت ثابت ہو چکی ہو۔ خبردار! مقدمات کے فیصلوں میں پریشانی اور اکتاہٹ نہ آنے دینا اور جھگڑنے والوں کو اُف نہ کرنا کیونکہ حق کو اس کی جگہ رکھنے سے اجرِ عظیم ملتا ہے اور ایسا کرنا ذکرِ جمیل کا باعث ہے''۔

عدل وانصاف

سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں خواہ مسلمان ہوں یا ذمی،سب کے لیے عدل وانصاف برابر تھا۔شام میں ایک یہودی رہتا تھا،مسلمانوں نے چاہا کہ اس کی زمین خرید کر اس پر مسجد بنادی جائے مگر یہودی نے اسے فروخت کرنے سے انکار کردیا تو مسلمانوں نے زبردستی وہاں مسجد بنوادی۔ جب سیدنا عمرؓ کو پتہ چلا تو آپؓ نے حکم دیا کہ مسجد کو فوراً گرادیا جائے اور یہودی کو زمین واپس کردی جائے۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی حکمران آدھا انڈا بھی زبردستی لیتا ہے تو اس کے لشکری ہزار مرغ ہڑپ کر جاتے ہیں لہٰذا اگر سیدنا عمرؓ ان چھوٹے چھوٹے مظالم کو نظر انداز کر دیتے تو پھر وہ اپنی مملکت میں کسی طرح بھی عدل و انصاف قائم نہیں کر سکتے تھے۔ آپؓ آخرت پر نظر رکھتے تھے اور اللہ سے ڈرتے تھے اور چاہتے تھے کہ اسی طرح سارے مسلمان امانت، صداقت، تقویٰ اور عدل پر قائم رہیں۔

آپؓ نے فرمایا: ''خلافت کا اہم منصب ان شاء اللہ میرے اخلاق و عادات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرے گا کیونکہ عظمت اور برتری صرف اللہ بزرگ و برتر کو حاصل ہے اللہ کے بندوں کو اس میں سے کوئی حصہ حاصل نہیں ہے۔ اس لیے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ خلیفہ بننے کے بعد عمر تبدیل ہو گیا ہے۔ میں بذاتِ خود حق و صداقت کو سمجھوں گا، اس کے لیے آگے بڑھوں گا اور اپنا معاملہ تمہارے سامنے پیش کروں گا۔ تاہم جس کسی کو کوئی ضرورت درپیش ہو یا اس پر ظلم ہوا ہو یا میرے خلاف اسے کوئی شکایت ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے کیونکہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں اس لیے تم ظاہر و باطن اور اپنی عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے ہر حالت میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم بذاتِ خود حق و صداقت کو قائم رکھو اور کوئی ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے۔ میرے پاس تم اپنے مقدمات لاؤ اور اس وقت میں کسی کے ساتھ غلط رعایت نہیں کروں گا مجھے تمہاری بھلائی پسند ہے اور تمہاری شکایت کو دور کرنا میرا محبوب مشغلہ ہے''۔

جبلہ بن ایہم غسانی عیسائی رئیس تھا جو کہ مسلمان ہو گیا۔ ایک روز وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور لمبی سی قیمتی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اس کی چادر ایک بدو کے پاؤں کے نیچے آ گئی۔ اس نے فوراً مڑ کر بدو کو تھپڑ مار دیا۔ بدو نے اسی وقت سیدنا عمرؓ سے شکایت کر دی۔ سیدنا عمرؓ نے جبلہ بن ایہم کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ ہے کہ جس نے جتنا ظلم کیا ہو اس کو اتنی ہی سزا دی جائے لہٰذا بدو کو انصاف دلوایا جائے گا۔ چونکہ جبلہ بن ایہم رئیس تھا لہٰذا اپنی ہتک کے خوف سے راتوں رات بھاگ گیا کہ کہیں اسے بدو سے تھپڑ نہ لگ جائے۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ کو بخار ہو گیا۔ طبیبوں نے مشورہ دیا کہ آپؓ شہد لیں لیکن گھر میں اتنی رقم بھی نہیں تھی کہ شہد خریدا جا سکے لہٰذا خطبے کے بعد خلیفۂ وقت نے مسلمانوں سے بطور دوا بیت المال سے شہد لینے کی اجازت حاصل کی، جب اجازت ملی تو شہد استعمال کیا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ایک مرتبہ بیت المال میں صرف ایک درہم بچ گیا تو سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ نے سیدنا عمرؓ کے بچے کو دے دیا۔ آپؓ ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا: ''کیا تمہیں عمر کے بچے سے زیادہ مستحق کوئی نہیں نظر آتا؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جاؤں کہ اس ایک درہم کی وجہ سے ساری امت محمدی ﷺ کا مطالبہ میری گردن پر ہو؟'' یہ کہہ کر وہ ایک درہم واپس بیت المال میں جمع کروا دیا۔

ابوسنان کہتے ہیں: ''ایک موقع پر میں امیرالمومنین سے ملنے گیا مجلس میں مہاجرین کرامؓ بھی تشریف فرما تھے۔ امیرالمومنین نے وہ عطردان منگوایا جوان کی خدمت میں عراق کے ایک مفتوحہ قلعہ سے مال غنیمت میں آیا تھا۔ اس عطردان میں ایک انگوٹھی بھی تھی۔ امیرالمومنین کے خاندان کے کسی لڑکے نے یہ انگوٹھی اٹھا لی اور لڑکپن میں اسے منہ میں رکھ لیا۔ آپؓ نے خود انگوٹھی اس لڑکے سے چھین لی اور رونے لگے کہ کہیں دولت کا فتنہ ان کے خاندان کو متاثر نہ کر دے''۔

سیدنا عمرؓ نے ایک شرابی کو نشے میں مست گھومتے دیکھا تو اسے پکڑ کر سزا دینا چاہی۔ جیسے ہی اس کی طرف لپکے اس نے آپؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں تو سیدنا عمرؓ فوراً پلٹ آئے۔ لوگوں نے کہا آپؓ نے گالی سنی اور اسے چھوڑ دیا! فرمایا: ''اس نے گالی دے کر مجھے غصہ میں ڈال دیا تھا اگر میں اسے سزا دیتا تو میرے نفس کا غصہ بھی اس میں شامل ہو جاتا جو انصاف کے خلاف ہوتا''[1]۔

ایک مرتبہ آپؓ نے ایک شخص کو درّے سے مارا پھر آپؓ نے اسی شخص کو درّہ دیا کہ مجھے مار کر بدلہ لے لو اگر بدلہ لینا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کی وجاہت کا خیال ہے، اللہ کے لیے چھوڑتا ہوں۔ سیدنا عمرؓ نے کہا تم نے غلط جملہ استعمال کیا ہے یا تو میری وجاہت کے لیے چھوڑو تو میں اسے احسان شمار کروں گا یا محض اللہ کے لیے چھوڑو اور اس کا ثواب اللہ سے حاصل کرو۔ اس نے کہا میں نے اللہ کے لیے چھوڑا۔ فرمایا اب یہ ریاکاری نہیں بلکہ اخلاص پر مبنی ہے۔

ایک مرتبہ امیر مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ نے سیدنا عمرؓ کو اطلاع بھیجی کہ ایک غلام نے سونے سے بھرا ہوا برتن ایک مدفون مقام سے برآمد کیا ہے۔ اس بارے میں آپؓ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ''کچھ تو اس میں

---

(1) ایام خلافت راشدہ، ص:323,324,60,65

سے اس غلام کو دے دو کیونکہ جب اس کو بھی حصہ مل جائے گا تو آئندہ بھی ایسے اموال حکومت کے حوالہ کر دینے میں لوگوں کو تامل نہ ہوگا اور باقی ساری رقم بیت المال میں داخل کر دو"۔

ایک شخص امیر المومنین کے لیے تحفہ کے طور پر کبھی کبھی بکرے یا دنبے کی رانیں لایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسی شخص کا ایک دوسرے شخص کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور دونوں سیدنا عمرؓ کے پاس آئے۔ آتے ہی اس شخص نے کہا: "امیر المومنین ہم دونوں کے جھگڑے کا ایسا فیصلہ کیجیے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے اور اصل بات یوں واضح ہو جائے جیسے گوشت کے ٹکڑوں میں ران واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے"۔ اس شخص نے یہ بات اتنی بار کہی کہ سیدنا عمرؓ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں اس بات کے بار بار کہے جانے کا ان پر نفسیاتی اثر نہ ہو جائے اور ان کا فیصلہ متاثر نہ ہو جائے۔ چنانچہ امیر المومنین نے اس شخص کے خلاف فیصلہ دیا اور ساتھ ہی عمالِ حکومت کو یہ ہدایت لکھ بھیجی کہ "تحائف کسی صورت میں بھی قبول نہ کریں کیونکہ یہ بھی رشوت کی ایک قسم ہے"[1]۔

مساوات اور اظہارِ رائے میں مکمل آزادی

سیدنا عمرؓ نے اپنی ذات اور حکومت کو ایک کھلی کتاب کی طرح رکھا۔ تنقید اور نکتہ چینی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر فرمایا:

"اللہ اس شخص کا بھلا کرے جو مجھے میرے عیوب کا تحفہ بھیجتا ہے"۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ مہر کی مقدار مقرر کرنے کے متعلق خطاب فرما رہے تھے کہ عورتوں کا مہر چار سو درہم کے اندر اندر ہونا چاہیے اور اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ یہ کہہ کر منبر سے اترے ہی تھے کہ ایک قریشی عورت نے ان کا راستہ روک کر ان سے کہا "امیر المومنین! آپ نے لوگوں کو عورتوں کے مہر میں اضافہ سے روک دیا اور ان سے یہ کہا ہے کہ وہ چار سو درہم سے آگے نہ بڑھیں لیکن اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد ہے:

...وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝

"... خواہ تم نے اسے ڈھیروں مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا کیا تم اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟"۔

---

① ایام خلافت راشدہ، ص: 90-337,73، منتخب کنز العمال، ج: 2، ص: 403

پھر کیا آپ کا یہ حکم قرآنی حکم کے خلاف نہیں ہے؟'' سیدنا عمرؓ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عمرؓ کو معاف کرے کہ ایک عورت بھی عمرؓ سے زیادہ دین جانتی ہے''۔ چنانچہ اس کے بعد امیر المومنین نے اپنی رائے سے رجوع کیا اور اعلان کیا کہ اگر کوئی چار سو درہم سے زیادہ عورتوں کو مہر دینا چاہے یا اپنی خواہش کے مطابق اور کچھ بھی دینا چاہے تو وہ بے شک ایسا کر سکتا ہے[1]۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے ابھی اتنا ہی کہا تھا ''لوگو! سنو اور اطاعت کرو'' کہ ایک آدمی نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ''اے عمرؓ! نہ ہم سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے'' سیدنا عمرؓ نے نرمی سے پوچھا: اللہ کے بندے کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ بیت المال سے جو کپڑا سب میں تقسیم کیا گیا اس سے لوگ صرف قمیص ہی بنوا سکے، جوڑا مکمل نہیں ہوا اور آپ کو بھی اتنا ہی کپڑا ملا ہوگا پھر آپ کا جوڑا کیسے تیار ہو گیا؟ عمرؓ نے کہا: اپنی جگہ رہو اور پھر اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا۔ سیدنا عبداللہؓ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے حصّے کا کپڑا اپنے والد کو دیا ہے تاکہ ان کا لباس مکمل ہو جائے یہ سن کر صحابہ کرامؓ مطمئن ہو گئے اور اُس آدمی نے کہا: ''امیر المومنین! اب سنوں گا اور اطاعت کروں گا''۔ جب خلیفہ اتنا ایمان دار ہو تو رعایا کا اس پر اعتماد اور بھروسہ قائم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے عزت و احترام سے پیش آتے ہیں اور ان اقدام کی بدولت رعایا بھی جرات منداور ایمان دار ہو جاتی ہے[2]۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا راستہ میں ملی اور آپؓ کو روک کر باتیں کرنے لگی تو آپؓ ان کے آگے ادب و خاموشی سے کھڑے رہے۔ کچھ سردار جو آپؓ کے ساتھ تھے ناگواری محسوس کرنے لگے کہ خلیفۂ وقت ان سرداروں کو نظر انداز کر کے ایک بڑھیا کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ پوچھنے پر سیدنا عمرؓ کہنے لگے: ''تمہیں کیا معلوم کہ یہ بڑھیا وہ خاتون ہیں کہ جن کی فریاد عرش پر بھی سنی گئی۔ **سورۃ المجادلۃ** کی ابتدائی آیات انہیں خاتون سیدہ خولہ بنت ثعلبہؓ کے لیے اتری تھیں لہٰذا اگر وہ رات بھر بھی مجھے کھڑا رکھتیں تو میں سنتا رہتا۔ صرف نماز کے اوقات میں معذرت طلب کرتا''[3]۔

سیدنا عمرؓ اصول مساوات کی بنا پر لوگوں میں کسی قسم کا امتیاز پسند نہیں کرتے تھے۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ نے مصر کی جامع مسجد میں منبر بنایا تو آپؓ نے انہیں لکھ بھیجا: ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ دوسرے

---

① النسآء :20 تفسیر ابن کثیر، ج:2،ص:243، تفسیر المنار، ج:4،ص:378، مسند الفاروق لابن کثیر، ج:2،ص:573

② عیون الاخبار، ج :1، ص:118 ③ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج:1،ص:142

مسلمان نیچے بیٹھے ہوں اور تم اوپر بیٹھو"؟ عمال کو ہمیشہ تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تاکہ وہ کسی قسم کی امتیاز اور نمود اختیار نہ کریں۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ کا سیدنا اُبی بن کعبؓ سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ سیدنا زید بن ثابتؓ کے ہاں مقدمہ پیش ہوا۔ سیدنا عمرؓ ان کی عدالت میں گئے تو سیدنا زید بن ثابتؓ نے تعظیم کے لیے جگہ خالی کر دی۔ سیدنا عمرؓ نے کہا "یہ پہلی ناانصافی ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی"۔ یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے [1]۔

سیدنا ربیع بن زیادؓ اپنی قوم کی طرف سے نمائندہ بن کر سیدنا عمرؓ کے پاس آئے۔ جب سیدنا عمرؓ نے مہاجرین و انصار کی آمد پر ان کو طلب کیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر مجمع عام میں سیدنا عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا: "آپ یہ نہ سمجھیں کہ امارت و خلافت جس کے آپ والی ہیں یہ کوئی نعمت ہے بلکہ یہ ایک آزمائشی مرحلہ ہے جس میں آپ مبتلا کر دیے گئے ہیں۔ اگر ایک بکری بھی دریائے فرات کے کنارے پر گم ہو گئی تو آپ اس کے ذمہ دار ہیں اور بروز قیامت آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا"[2]۔

سیدنا عمرؓ ان کی نصیحت سر جھکائے سن رہے تھے اور ذمہ داری کے احساس سے روتے جاتے تھے۔ یہ تھے صاحبِ ایمان و صاحبِ کردار انسان! جن کے رعب سے قیصر و کسریٰ کے شہنشاہ بھی ڈرتے تھے جبکہ خود ان کا دل اللہ کے خوف سے لرزتا رہتا تھا۔

اس قسم کی ایک نصیحت آپؓ کو زمانہ جاہلیت میں آپ کے ایک غلام نے کی تھی جب آپؓ ایک حبشی غلام کو مارنے لگے۔ اس نے پوچھا کہ مجھے کیوں مارتے ہیں؟ فرمایا: تو نے فلاں قصور کیا ہے۔ غلام نے کہا کہ کبھی آپ نے بھی اپنے سے بڑے کا قصور کیا ہے جس پر وہ خفا ہوئے ہوں۔ کہا: ہاں! ایسا اتفاق ہوا ہے تو کہا کیا آپ کے بڑوں نے فی الفور سزا دی ہے؟ فرمایا: نہیں! غلام نے کہا، تو پھر مجھے سزا دینے میں آپ کو اس قدر بے قراری کیوں؟ میں تو بہر حال آپ کے ماتحت ہوں"۔ سیدنا عمرؓ اس کی اس بات سے اتنا متاثر ہوئے کہ اس کو اسی وقت آزاد کر دیا اور اپنے غلط طرزِ عمل سے توبہ کر لی [3]۔

رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ میں سے ایک صحابیؓ نے سیدنا عمرؓ سے فرمایا: میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا

---

① کنز العمال، ج:5، 14445 ② ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:370 ③ ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:370

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: ''ہاں کیجیے!'' تو انہوں نے کہا: ''لوگوں کے معاملہ میں اللہ کا خوف کیجیے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں لوگوں کا خوف نہ کیجیے! اللہ کی مدد آپ کے شامل حال ہوگی اور آپ کی رعایا اصلاح پذیر ہوگی۔ جو آپ کو اپنے لیے پسند ہو اسے رعایا کے لیے پسند کیجیے اور جو خود ناپسند ہو اسے رعایا کے لیے بھی ناپسند فرمایئے''[1]۔

ایک بار سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا معاذ بن جبلؓ نے مشترکہ طور پر سیدنا عمرؓ کے پاس ایک نصیحت نامہ لکھا:

''آپ امت محمدیہ ﷺ کے سیاہ و سفید کے مالک ہوگئے ہیں۔ آپ کے سامنے دوست دشمن، بڑے چھوٹے، کم زور اور طاقت ور سب بیٹھے ہیں۔ ان سب کے حقوق آپ کے ذمہ ہیں اور سب کے لیے آپ کے میزانِ عدل میں حصہ ہے۔ ذرا خیال رکھنا کہ آپ ان کے ساتھ کس طرح انصاف کرتے ہیں؟''[2]۔

یہ وہ آزادئ رائے تھی جو سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں عوام کو حاصل تھی لہٰذا خلیفہ کے ناصح بغیر ڈرے ان کو وعظ و نصیحت کرتے اور خلیفہ بھی ان کا اثر لے کر عدل و انصاف پر قائم رہتے۔

رعایا کی خبر گیری

سیدنا عمرؓ کا معمول تھا کہ اکثر رات کے وقت مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتے تاکہ رعایا کے معاملات سے باخبر رہیں۔ ایک رات رعایا کی خبر گیری کے لیے نکلے ہوئے تھے کہ ایک جگہ بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ وہ کھانا مانگ رہے تھے اور ماں نے ہنڈیا چولہے پر چڑھائی ہوئی تھی۔ بچے کھانے کا تقاضا کرتے رہے لیکن ماں کھانا نہ دیتی بس بہلائے جاتی۔ آخر سیدنا عمرؓ سے رہا نہ گیا اور ماں سے پوچھا کہ کھانا کیوں نہیں دے رہی ہو۔ اس پر اس عورت نے کہا کہ کھانے کو کچھ نہیں ہے بس بچوں کو بہلانے کے لیے ہنڈیا میں پانی اور پتھر چڑھا دیے ہیں۔ یہ سن کر آپؓ فوراً واپس گئے اور بیت المال سے آٹا، گھی، کھجوریں اور دیگر سامان لیا اور غلام سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو! غلام نے کہا کہ میں لے کر چلتا ہوں یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے فرمایا:

''کیا قیامت کے دن بھی تم میرا بار اٹھاؤ گے؟'' اس نے کہا: نہیں! فرمایا: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ''قیامت کے دن کوئی کسی دوسرے کا بار نہ اٹھائے گا'' لہٰذا مجھے یہاں پر بھی اپنا بار اٹھانے دو! پھر اس

---

① ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:369 ② ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:369

عورت کے پاس خود کھانے کا سامان لے کر گئے۔ اس نے ہنڈیا چڑھائی اور سیدنا عمرؓ خود چولہا پھونکنے لگے۔ جب کھانا پک گیا اور بچوں نے سیر ہو کر کھالیا تو چونکہ وہ عورت خلیفہ کو پہچانتی نہ تھی اس لیے بولی: ''امیر المومنین ہونے کے لائق تو تم ہو نہ کہ عمر!'' اس عورت کو کچھ خبر نہ تھی کہ جو شخص اتنی عاجزی سے اُس کے بچوں کے لیے کھانے کا سامان اٹھا کر لایا ہے اور چولہا پھونکتا رہا ہے دراصل وہی خلیفہ ہے۔ آپؓ نے اُس عورت سے کہا: ''جب تم امیر المومنین کے پاس آؤ گی تو مجھے ان شاء اللہ وہاں پاؤ گی تو تم اچھی بات کہنا''۔ پھر آپ ایک طرف ہو کر کونے میں بالکل خاموش کھڑے ہو گئے۔

ان کے ایک ساتھی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں آپؓ سے بات کر رہا تھا مگر آپؓ مجھے کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ آپس میں کشتی لڑ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ تب امیر المومنین نے فرمایا: ''یہ بچے بھوک کے باعث جاگے ہوئے تھے اور بلک رہے تھے اور میں منتظر تھا کہ یہ منظر دیکھ لوں، یعنی یہ کہ بچے سیر ہو جائیں تو میں کچھ اور کروں''[1]۔

ایک قافلہ مدینہ منورہ کے باہر آیا۔ سیدنا عمرؓ عموماً ایسے قافلوں کی خبر گیری کے لیے مدینہ سے باہر جاتے۔ دورانِ گشت آپؓ نے دیکھا کہ ایک شیر خوار بچہ رو رہا ہے مگر ماں دودھ نہیں پلا رہی ہے۔ آپؓ بچے کے رونے سے بے قرار ہو گئے اور اس عورت سے جا کے کہا ''تم کیسی ظالم ماں ہو دودھ کیوں نہیں دیتی؟'' کہنے لگی ''عمرؓ نے ان بچوں کا وظیفہ مقرر کیا ہے جو دودھ چھوڑ چکے ہوں اس لیے میں قبل از وقت اس کا دودھ چھڑوا رہی ہوں تا کہ اس کا وظیفہ ملنے لگے''۔ سیدنا عمرؓ نے اس کے بعد دودھ پیتے بچوں کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا اور رو رو کر کہتے: ''نجانے عمر نے کتنے بچوں کو ہلاک کر دیا؟''[2]۔

ایک رات شہر کے باہر خانہ بدوشوں کی خبر گیری کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک اجنبی بدو بہت پریشان ہے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کی بیوی کو دردِ زہ ہے اور چونکہ وہ مسافر ہے اس لیے کوئی بھی واقف نہیں جو اس کی مدد کرے یہ سن کر سیدنا عمرؓ گھر پہنچے، کھانے پینے کے سامان کے ساتھ اپنی بیوی امِ کلثومؓ کو بھی ہمراہ لیا اور دونوں میاں بیوی ان کی خدمت کے لیے ان کے پاس پہنچ گئے۔ بیوی اس خاتون کے پاس چلی گئیں اور خود سیدنا عمرؓ اس آدمی کو ساتھ لے کر ان کا کھانا پکانے میں لگ گئے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو بیوی

---

① عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 289-288 ② عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 282-281

نے آواز دی کہ ''امیر المومنینؓ مبارک ہو، اپنے دوست کو خبر دے دیجیے کہ بیٹا پیدا ہوا ہے''۔ بدو یہ سن کر گھبرا گیا کہ یہ منکسر المزاج شخص ہی امیر المومنینؓ ہیں جو ان کے لیے کھانا پکانے میں مدد کر رہے تھے! تب سیدنا عمرؓ نے اسے تسلی دی اور اس کا خوف دور کرتے ہوئے کہا: ''کچھ فکر نہ کرو! کل میرے پاس آنا، بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا''[1]۔

آپؓ کے دورِ خلافت میں ہر ایک کو تحفظ اور حقوق حاصل تھے، خواہ مقامی تھا یا مسافر، مسلم تھا یا غیر مسلم، امیر تھا یا غریب، گویا سب پُر امن تھے اور ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ مسجد میں سو رہے تھے اور انہوں نے اپنی چادر کو تہہ کر کے اپنے سر کے نیچے رکھ لیا تھا۔ اچانک کسی پکارنے والے نے پکارا، ''یا عمراہ یا عمراہ'' سیدنا عمرؓ سہم کر اٹھے کہ نہ جانے کون ستم رسیدہ ہے جو یوں فریاد کرنے پر مجبور ہے اور اس آواز کی سمت نکل گئے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بادیہ نشین ہے جس نے اپنے اونٹ کی نکیل تھام رکھی ہے اور لوگ اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے اس سے پوچھا: ''تمہیں کس نے ستایا ہے؟'' اعرابی نے جواب میں اشعار پڑھنے شروع کیے ان اشعار میں خشک سالی کی شکایت تھی مگر یہ بات صرف امیر المومنین کی سمجھ میں ہی آئی اور فرمایا: ''تم لوگ سمجھے، یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہہ رہا ہے لوگ خشک سالی کا شکار ہیں اور مر رہے ہیں اور عمر شکم سیر ہو کے کھا پی رہا ہے''۔ اس بدو نے آخر میں یہ بھی کہا کہ اس روز جب سارے انعام و اکرام اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے وہ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا اور اس پوچھ گچھ کے بس دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں، جس سے پوچھ گچھ ہو گی یا وہ جہنم میں جائے گا یا جنت الفردوس میں۔ اس کی داستان غم اور انداز بیاں نے سیدنا عمرؓ کو رُلا اور تڑپا دیا۔ امیر المومنین نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ آپؓ کی قمیص اس بادیہ نشین کو دے دے اور اس کو کہا: ''اللہ کی قسم! میرے پاس اس قمیص کے علاوہ کوئی اور قمیص نہیں'' پھر آپؓ نے لوگوں سے بھی اس کی مدد کرنے کو کہا۔

سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ اللہ ابن حنتمہؓ (فاروق اعظمؓ کی والدہ ماجدہ کا نام حنتمہ تھا) پر رحم کرے، میں نے قحط سالی میں انہیں اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی کمر پر دو بوریاں لادے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں روغن زیتون کا پیالہ تھا۔ وہ اور ان کے غلام اسلم باری باری انہیں لاد کر لے جا رہے تھے۔ آپؓ نے

---

① عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:291-290

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اپنی چادر اتار دی اور اپنے تہبند کو مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا تاکہ بوجھ سہولت سے اٹھا سکیں۔ پھر آپؓ نے لوگوں کے لیے کھانا پکوایا اور پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس کے بعد آپؓ نے اسلم کو مدینہ کی طرف بھیجا تو وہ بہت سے اونٹ لے کر آئے جن پر آپؓ نے ان (بھوکے) لوگوں کو کھانا کھلانے کے بعد سوار کروایا۔ انہیں پہننے کے لیے کپڑے بھی دیے اور جبانہ میں ٹھہرایا۔ آپؓ ان لوگوں اور اس قسم کے دوسرے قحط زدہ لوگوں کے پاس خبر گیری کے لیے مسلسل آتے جاتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے قحط سالی دور کر دی۔

اس قحط سالی کے دوران سیدنا عمرؓ نے بادیہ نشینوں کے مسائل حل کرنے کی خاطر دو انصاری صحابہؓ کو کافی تعداد میں اونٹ، اجناس اور کھجور وغیرہ دے کر روانہ کیا۔ یہ دونوں یمن تک گئے اور وہاں جا کر یہ سارا سامانِ خورد و نوش لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ واپسی پر ان دونوں کے پاس ایک اونٹ پر کچھ سامان باقی رہ گیا۔ انہیں ایک آدمی نظر آیا جو کھڑا نماز ادا کر رہا تھا مگر فاقوں سے اس کی ٹانگیں جھک گئی تھیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں ہمیں دیکھ کر اس آدمی نے نماز توڑ دی اور کہا: ''تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟'' ہم نے اس کے سامنے کھانے کا سامان رکھ دیا اور اسے امیر المومنین کے حالات سے مطلع کیا، وہ کہنے لگا ''خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمرؓ کے سپرد کیا (اور خود ہماری طرف توجہ نہ کی) تو ہم برباد ہو جائیں گے''۔ اس کے بعد اس نے کھانے پینے کے سامان کو نظر انداز کرتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ابھی اس نے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو نیچا کیا ہی تھا کہ آسمان سے بارش شروع ہو گئی اور سب کچھ جل تھل ہو گیا[1]۔

ذمیوں کے حقوق

سیدنا عمرؓ کے دور میں مسلمان اور غیر مسلمان سب کے درمیان عدل و انصاف قائم تھا۔ شام کا ایک عیسائی کسان سیدنا عمرؓ کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اسلامی لشکر کے گزرنے کی وجہ سے اس کا کھیت تباہ ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپؓ نے فوراً اس کو دس ہزار درہم دلوائے۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ نے ایک بوڑھے فقیر کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا کہ ''تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟'' اس نے کہا: میں ذمی ہوں اور مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے۔ جوانی میں تو میں کما کر اسے ادا کرتا تھا مگر اب بڑھاپے

---

① حیاتِ فاروقِ اعظمؓ، ص: 146-145

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

میں بالکل مفلس ہوں۔سیدنا عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اسے کچھ نقد مال دیا پھر بیت المال کے خزانچی کو لکھ بھیجا اس قسم کے ذمی مساکین جن کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوا، تفتیش کر کے ان کا بھی وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔اور مزید کہا: ''واللہ! یہ انصاف نہیں کہ ہم ان کی جوانی سے فائدہ اُٹھائیں اور بڑھاپے میں ان کی خبر گیری نہ کریں''[1]۔

سفرِ شام میں سیدنا عمرؓ مقام جابیہ پر تھے کہ ایک ذمی نے شکایت کی کہ آپ کے فوجی میرے باغ سے زبردستی انگور توڑ کر کھا رہے ہیں۔سیدنا عمرؓ موقع پہ پہنچے اور فوجیوں کے ہاتھ میں انگور دیکھ کر ناراض ہوئے تو انہوں نے کہا ہم شوق سے نہیں بلکہ بھوک سے مجبور ہو کر کھا رہے ہیں۔تب سیدنا عمرؓ نے باغ والے ذمی سے معاوضہ پوچھا اور اس نے جو طلب کیا اسی وقت ادا کر دیا۔

حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو ناحق قتل کر دیا۔سیدنا عمرؓ نے گورنرِ حیرہ کو لکھا کہ مسلمان قاتل کو فوراً اگرفتار کر کے مقتول ذمّی کے ورثا کے حوالے کر دو اور ان ورثا کی مرضی ہے کہ خواہ وہ اسے قتل کر دیں یا اس سے دیت کا معاملہ کر کے آزاد کر دیں۔چنانچہ مسلمان قاتل کو فوراً مقتول کے ورثا کے حوالہ کر دیا گیا اور انہوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔باوجود اس کے کہ وہ اسلامی حکومت تھی پھر بھی قصوروار مسلمان کو ذمیوں کے فیصلہ کے حوالہ کر دیا اور ان کے فیصلہ کو قبول کیا گیا۔ان کے دور میں عدل وانصاف کے تقاضے مسلم اور غیر مسلم سب کے لیے یکساں تھے[2]۔

ایک مرتبہ محکمہ چنگی کے امیر سیدنا زیادؓ کے خلاف ایک عیسائی تاجر فریاد لے کر سیدنا عمرؓ کے پاس آیا اور کہا: دریائے فرات کے ساحل پر آپؓ کے عامل نے مجھ سے چنگی کی رقم وصول کی لیکن جب میں دوبارہ اس راستے سے اپنے گھوڑے کو لے کر واپس آیا تو اس نے مجھ سے دوبارہ چنگی کا مطالبہ کیا۔سیدنا عمرؓ نے یہ شکایت سن کر فرمایا: کُفِیتَ ''تیرے لیے کفایت کی جائے گی'' وہ نصرانی سمجھا کہ اس کی فریاد نہیں سنی گئی اور دل میں سوچتا ہوا واپس گیا کہ اب دوبارہ چنگی ادا کرنی ہوگی۔فرات کے ساحل پر پہنچ کر جب اس نے سیدنا زیادؓ کو چنگی کی رقم دی تو انہوں نے کہا: ''اپنی رقم واپس اٹھا لو کیونکہ امیر المومنین کا فرمان میرے پاس آچکا ہے کہ درمیان سال اس مال کی چنگی دوبارہ نہ لوں''۔وہ عیسائی اس کمال عدل پر ایسا فریفتہ ہوا

---

① التفسير الحديث، ج:9،ص:413،محاسن التاويل، ج:5،ص:384 ② ایامِ خلافتِ راشدہ،ص:114،115،119

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کہ وہیں کہا: ''آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نصرانیت سے توبہ کر کے اس دین میں داخل ہو رہا ہوں جو اس فرمان دینے والے کا دین ہے''۔ گویا ایسی کمال کی رعایا پروری اور فریاد رسی دیکھ کر اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ سیدنا عمرؓ اپنی باتوں کی بجائے عمل اور کردار سے اسلام کی تبلیغ کرتے اور ایسا اعلیٰ کردار اور عدل وانصاف دیکھ کر غیر مسلم بے اختیار اسلام قبول کر لیتے اس لیے سیدنا عمرؓ خود فرماتے تھے: ''میں تم لوگوں کو باتوں سے نہیں عمل سے تبلیغ کرتا ہوں''[1]۔

قرآن وحدیث کی تعلیم واحتیاط

سیدنا عمرؓ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو قرآن و حدیث کی تعلیم کے لیے مختلف علاقوں میں بھیجا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ اور سیدنا ابوالدرداءؓ کو دمشق بھیجا۔ صرف سیدنا ابوالدرداءؓ کے مدرسے میں اس وقت سولہ سو طالب علم تھے۔

آیاتِ قرآنی اور سنتِ نبوی ﷺ کی تفسیر وتعبیر میں انہوں نے بارہا فقہی بصیرت اور دوراندیشی کا مظاہرہ کیا۔ سیدنا عمرؓ حدیث کی روایت میں بہت سختی اور احتیاط برتتے۔ ہر ایک کو حدیث بیان کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دفعہ سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ جیسے جلیل القدر صحابی ان کے پاس آئے مگر آپؓ کسی کام میں مصروف تھے۔ انہوں نے تین دفعہ سلام کیا اور جواب نہ ملنے پر واپس چلے گئے سیدنا عمرؓ نے انہیں بلوا کر پوچھا کہ آپؓ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ سیدنا ابوموسیٰؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر تین دفعہ اجازت مانگنے پر جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ سیدنا عمرؓ کہنے لگے کہ اگر یہ روایت غلط ہوئی تو سختی برتوں گا۔ جب چند دیگر اکابر صحابہؓ نے اس حدیث کی سچائی کی گواہی دی تو کہنے لگے: ''ابوموسیٰ! مجھے پورا اطمینان تھا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے لیکن میں پھر بھی تصدیق کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ حدیث رسول ﷺ کا معاملہ تھا''۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدیث کی روایات میں سیدنا عمرؓ نہ صرف خود محتاط تھے بلکہ صحابہ کرامؓ کو بھی احتیاط برتنے کے لیے کہتے تاکہ کوئی رسول اللہ ﷺ سے کسی قسم کی غلط بات منسوب نہ کر دے[2]۔

---

① ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:323 ① بحوالہ صحیح البخاری:2062

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بیت المال

سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت سے پہلے بیت المال کا کوئی با قاعدہ نظام قائم نہ تھا۔ جنگ کے بعد جیسے ہی مالِ غنیمت اکٹھا ہوتا فوراً ہی تقسیم کر دیا جاتا اور مال جمع ہونے کی نوبت نہ آتی مگر سیدنا عمرؓ کے دور میں فتوحات کی کثرت کی بنا پر آمدنی میں بہت اضافہ ہوا اور مالِ غنیمت میں مال کے علاوہ جانور، جواہرات، سونا، چاندی اور دیگر کئی قسم کی چیزیں بھی ملنے لگیں لہٰذا ان کی تقسیم درست طور پر کرنے کے لیے 15ھ میں بیت المال کا با قاعدہ نظام قائم کیا گیا۔ جس کی شاخیں دارالخلافہ اور تمام صوبہ جات و اضلاع میں بھی قائم کی گئیں اور اس پر ایک افسر مقرر کیا گیا۔ بیت المال کی آمدنی اور خرچ کا با قاعدہ رجسٹر بنایا گیا جس میں ہر چیز کا حساب رکھا جاتا۔

صوبہ جات اور اضلاع کے بیت المال میں جمع ہونے والی مختلف آمدنیوں کا اندراج ہوتا، سالانہ مصارف کے بعد سال کے اختتام پر باقی ماندہ آمدنی صدر بیت المال میں جمع کروادی جاتی۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دارالخلافہ مدینہ کے باشندوں کی صرف تنخواہیں اور وظائف تین کروڑ درہم تھے۔ لہٰذا بیت المال کے لیے مضبوط عمارتیں بنوائی گئیں۔ سیدنا عمرؓ اگرچہ نہایت کفایت شعار تھے لیکن بیت المال کی عمارتیں عموماً نہایت شان دار اور مستحکم بنواتے تھے اور اس مقصد کے حصول کے لیے اس وقت کے غیر مسلم ماہرِ تعمیرات کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ چنانچہ کوفہ کے بیت المال کو روبہ نامی ایک مجوسی معمار نے تعمیر کیا تھا اور اس میں خسروانِ فارس کی عمارت کا مصالحہ استعمال کیا گیا تاکہ عمارت مضبوط بنے۔ بعد میں جب اس میں چوری کی واردات ہوئی تو سیدنا عمرؓ نے گورنرِ کوفہ کو ہدایت کی کہ مسجد کی عمارت بیت المال سے ملا دیں کہ مسجد نمازیوں سے آباد رہتی ہے اور ان کی آمد و رفت کی وجہ سے چوری کا خطرہ کم ہوگا۔ چنانچہ سیدنا سعد بن وقاصؓ نے بیت المال کی عمارت کو اس قدر وسیع کیا کہ وہ مسجد سے مل گئی[1]۔

---

① سیرُ الصحابہ، ص:335,336

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بیت المال کے مصارف

بیت المال کی آمدنی کے درج ذیل مصارف تھے:

1. ماہانہ وظائف
2. فوج کے اخراجات
3. قرضِ حسنہ
4. تعمیرات ورفاہِ عامہ

1. **ماہانہ وظائف:** بیت المال سے ضرورت مند افراد کو ماہانہ وظائف دیے جاتے جن میں بیوائیں، یتیم، مسکین، نادار، بوڑھے اور مفلس و بے کس بوڑھے ذمی بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ امہات المومنینؓ، صحابہ کرامؓ اور شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر تھے۔

2. **فوج کے اخراجات:** مستقل اور رضا کار دونوں طرح کے فوجیوں کی تنخواہیں اور دیگر فوجی اخراجات بیت المال سے ادا کیے جاتے۔ حافظِ قرآن فوجیوں کو دوسرے فوجیوں کی نسبت زیادہ تنخواہ دی جاتی۔

3. **قرضِ حسنہ:** بیت المال سے قرضِ حسنہ بھی دیا جاتا تھا تاکہ لوگ اپنا کاروبار بلاسود شروع کر سکیں اور بعد میں اصل رقم واپس کر دیں۔ آپؓ نے اپنے دور میں ایک خاتون کو بھی کاروبار کے لیے قرضِ حسنہ دیا۔

4. **تعمیرات ورفاہِ عامہ:** بیت المال سے ملک بھر میں مختلف تعمیرات کروائی گئیں جن میں پل، بند، سڑکیں، نہریں، مسافروں کے لیے سرائیں، فوجی چھاؤنیاں، عمارتیں، مساجد اور قلعوں کی تعمیر شامل ہیں۔

بیت المال کی حفاظت

سیدنا عمرؓ نہ تو خود کبھی بیت المال سے کوئی چیز زائد لیتے اور نہ ہی عہدے داروں کو جرأت تھی کہ اس میں کسی قسم کی کوئی خیانت کر سکیں۔ ایک مرتبہ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ سیدنا عمرؓ اس کی تلاش میں نکلے عین اسی وقت ایک رئیس سیدنا احنف بن قیسؓ، آپؓ سے ملنے کے لیے آئے تو دیکھا کہ سیدنا عمرؓ دامن چڑھائے دوڑ رہے ہیں، سیدنا احنف بن قیسؓ کو دیکھ کر فرمایا: ''آؤ تم بھی میرا ساتھ دو بیت المال کا اونٹ بھاگ گیا ہے، تم جانتے ہو ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق ہے'' ایک شخص نے عرض کیا،

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

امیر المومنین آپؓ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں کسی غلام کو حکم دے دیجیے وہ ڈھونڈ لائے گا فرمایا: اَیُّ عَبْدٍ اَعْبُدُ مِنِّیْ ''مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟''۔

بیت الصدقہ کے اونٹوں کے دانت خود گنتے ، ان کا حلیہ درج کرتے اور خود ان اونٹوں کو تیل ملتے کہ یہ مسلمانوں کی امانت ہیں لہٰذا بیت المال کی خصوصی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے [1]۔

امانت

ایک روز مدینہ منورہ کے بازار میں ایک موٹا تازہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا۔ پتہ چلا کہ ان کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا ہے۔ اپنے بیٹے سے پوچھا کہ یہ کیسے اتنا موٹا ہو گیا تو انہوں نے بتایا کہ سرکاری چراہ گاہ پہ چرتا رہا اور اب اس قابل ہو گیا ہے کہ میں اسے فروخت کر کے منافع کماؤں۔ سیدنا عمرؓ نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس کی اصل قیمت تم نے خود ادا کی تھی لیکن منافع بیت المال میں جمع کرواؤ کیونکہ یہ سرکاری چراہ گاہ سے چرتا رہا ہے [2]۔

عطارہ کہتی ہیں کہ بیت المال میں خوشبوئیں بھی آتیں جنہیں فروخت کر کے وہ رقم خزانہ میں رکھ لی جاتی۔ امیر المومنین یہ خوشبوئیں اور نفیس اشیا اپنی بیوی کے پاس رکھوا دیتے تھے جن کے ذمّہ خوشبوئیں اور یہ اشیا فروخت کرنے کا کام سپرد ہوتا تھا۔ ایک دن امیر المومنین کی بیوی نے خوشبو کی کچھ مقدار میرے ہاتھ بھی فروخت کی۔ وزن کرتے وقت انہیں بار بار مقدار کو کم یا زیادہ کرنا پڑتا۔

تولنے میں تھوڑی سی خوشبو زوجہ سیدنا عمرؓ کی انگلیوں میں لگی رہ گئی تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے آنچل سے پونچھ لیں۔ امیر المومنینؓ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو بیوی کے آنچل کو خوشبو سے معطر پایا تو پوچھا: یہ کیسی خوشبو ہے؟ بیوی نے صورت حال واضح کی تو فرمایا: ''تو یوں کہیے کہ بیت المال کی خوشبوؤں سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے''۔ یہ کہہ کر بیوی کے سر کی اوڑھنی پر پانی انڈیلنا شروع کیا اور جب اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو آنچل کو لے کر زمین پر رگڑنا شروع کر دیا تاکہ وہ خوشبو سے پاک ہو جائے''۔

اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ بیت المال میں بحرین سے خوشبو آئی۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''کیا ہی اچھا

---

① روض الاخیار المنتخب من ربیع الابرار، ج:1، ص:407، حیاتِ فاروقِ اعظم، ص:204-195,185-183

② ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:265

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ہوتا اگر کوئی عورت اس تمام خوشبو کو صحیح طور پر تول دیتی تا کہ تمام مسلمانوں کو برابر کا حصہ ملے"۔ ان کی بیوی نے کہا کہ میں بہت اچھی طرح خوشبو تقسیم کرسکتی ہوں۔ تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا: "تم جب تقسیم کرو گی تو تمہارے ہاتھ پر کچھ لگی رہ جائے گی اور اس طرح تمہیں باقی لوگوں سے زائد ملے گی لہٰذا میں تم سے تقسیم نہیں کرواتا"[1]۔

فتح شام کے بعد قیصرِ روم سے دوستانہ تعلق قائم ہوا اور خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک مرتبہ آپؓ کی زوجہ ام کلثومؓ نے ملکہ روم کو تحفہ کے طور پر عطر کی کچھ شیشیاں بھیجیں۔ اس نے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا سیدنا عمرؓ کو معلوم ہوا تو بولے کہ گو عطر تمہارا تھا لیکن جو قاصد لے کر گیا تھا اس کا خرچہ سرکاری بیت المال سے ہوا تھا۔ لہٰذا ان سے جواہرات لے کر بیت المال میں جمع کرا دیے اور انہیں کچھ معاوضہ دے دیا[2]۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "میں جلولا کی مہم میں شریک تھا اور میرے حصّے میں اتنا مالِ غنیمت آیا تھا کہ میں نے اسے چالیس ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ اس خطیر رقم کو لے کر میں مدینہ آ گیا اور اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا تو والد نے مجھ سے اس رقم کے بارے میں پوچھا کہ کہاں سے آئی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے اپنے حصّے کا مالِ غنیمت فروخت کیا ہے۔ کہنے لگے: "عبداللہ! اگر یہ رقم مجھے دوزخ کی آگ کی طرف لے گئی تو پھر تمہیں اس کو فدیہ میں دینا پڑے گا"۔ میں نے کہا کہ میرے پاس جتنا مال ہے وہ سب کا سب میں بطور فدیہ دینے کے لیے تیار ہوں! مطلب یہ کہ یہ رقم ہرگز ہرگز مشتبہ نہیں ہے۔ امیر المومنین اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور فرمایا: "میرا خیال ہے کہ اتنی رقم تم کو اس لیے مل گئی کہ لوگوں نے سوچا ہو گا تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور ان کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے والے اور امیر المومنین کے بیٹے اور ان کے خاندان کے سب سے معزز رکن ہو۔ اس لیے تمہارے معاملے میں رعایت ہونی چاہیے۔ لہٰذا تم سے ترجیحی سلوک کیا گیا ہے اور مجھے یہ منظور ہے کہ تم سے ایک درہم زیادہ وصول کیا جائے بجائے اس کے کہ تم سے ایک درہم کی بھی رعایت کی جائے۔" پھر مجھ سے یہ تمام مال لے کر فرمایا کہ اب میں تم کو اتنا منافع دلواؤں گا جو اس منافع سے کہیں زیادہ ہو گا جو عام حالات

① ایامِ خلافتِ راشدہ، ص: 69,70 ② ایامِ خلافتِ راشدہ، ص: 266

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

میں کسی اہل قریش کو ملا کرتا ہے‘‘[1]۔ ظاہر ہے یہاں وہ منافع مراد ہے جو اس ایثار کے عوض ہمیشہ قائم رہنے والے جہاں میں ملے گا!

اے دل تمام نفع سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

سیدنا عبدالرحمٰن بن عمرو اشعریؓ کا بیان ہے، ’’ایک روز میں عمرؓ کی طرف جا نکلا۔ ان کے پاس ایک اونٹنی تھی جس کا دودھ ان کے اپنے استعمال میں آتا تھا لیکن ان کا غلام ان کے لیے کہیں اور سے دودھ لے آیا اور انہوں نے اسے پی لیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ وہ یہ دودھ کہاں سے لایا تھا؟ غلام نے جواب دیا کہ آپؓ کی اونٹنی پر اس کا نوزائیدہ بچہ بھوک کی وجہ سے ٹوٹ پڑا تھا اس لیے میں ایک سرکاری اونٹنی کا دودھ نکال لایا۔ یہ سن کر سیدنا عمرؓ غصہ ہوئے اور فرمایا: تو نے میرے پیٹ میں آگ ڈال دی اور مجھے دودھ کی شکل میں آگ سے سیراب کیا۔ اب جاؤ علی بن طالبؓ کو بلا کر لاؤ۔ وہ آئے تو ان سے پوچھا کہ اس شخص نے بیت المال کی اونٹنی کو میرے لیے دوہا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک یہ دودھ میرے لیے حلال ہے؟ سیدنا علیؓ نے فرمایا کہ بیت المال کی اونٹنی کا دودھ اور اس کا گوشت دونوں آپ کے لیے حلال ہیں۔ تب جا کر آپؓ کی تسلی ہوئی[2]۔

خلافت سے پہلے آپ تجارت کرتے تھے، بیت المال سے وظیفہ مقرر ہونے سے کچھ دن پہلے خلافت کے زمانہ میں بھی یہ مشغلہ جاری رکھا۔ ایک مرتبہ شام کی طرف کچھ مال بھیجنا چاہا، رقم کی ضرورت ہوئی تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ادھار مانگا۔ انہوں نے کہا آپ امیر المومنین ہیں، بیت المال سے اتنی رقم بطورِ قرض لے سکتے ہیں۔ لیکن آپؓ نے کہا: ’’میں بیت المال سے نہیں لوں گا کیونکہ اگر ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو تم لوگ میرے وارثوں سے مطالبہ نہیں کرو گے اور میرے سر یہ بوجھ رہ جائے گا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے ادھار لوں جو میرے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے وصول کر لے‘‘[3]۔

وظائف کی تقسیم

ہشام کعبی بیان کرتے ہیں: ’’میں نے دیکھا کہ سیدنا عمرؓ قبیلہ خزاعہ کے وظائف کا رجسٹر لیے ہوئے

---

① ایامِ خلافتِ راشدہ، ص:64 ② حیاتِ فاروقِ اعظم، ص:268 ③ الطبقات الکبریٰ ط العلمیة، ج:3، ص:211

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

جارہے تھے۔ جب وہ ان کے مقام پر پہنچے تو آپؓ نے ایک ایک کر کے ہر کنواری اور شادی شدہ عورت کے وظائف ان کے ہاتھوں میں دیے پھر وہاں سے واپس آکر غسّان گئے۔ وہاں بھی آپؓ نے خود (وظائف) تقسیم کیے"۔ آپؓ کا یہ طریقہ آپؓ کی وفات تک جاری رہا[1]۔

سائب ابن یزید کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (آپؓ نے قسم کے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے) ہر ایک کا اس بیت المال میں حق ہے اور اس معاملے میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے بلکہ میں بھی عوام کا ایک معمولی فرد ہوں۔ البتہ ہمیں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق چلنا ہوگا۔ نیز ہر ایک کے اسلامی کارناموں، اس کی امارت، ضرورت اور قدیم الاسلام ہونے کے تعلقات کا لحاظ کرنا ہوگا۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو صنعاء (یمن) کے ایک چرواہے کو اس کا حصہ وہیں بیٹھے بیٹھے ملے گا"[2]۔

---

① عمر فاروقؓ، ص: 779

② مختصر زاد المعاد، ج:1، ص:203، تاریخ الرسل والملوك، ج:4، ص:211، خلفاء الراشدين الفتوحات والانجازات، ج:1، ص:341

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

رفاہِ عامہ

سیدنا عمرؓ نے رفاہِ عامہ کے کاموں میں بہت دلچسپی لی، آپؓ کے دور میں بہت سی سڑکیں، پل اور بند بنوائے گئے اور نہریں کھودی گئیں۔ چند کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

سرائے اور چوکیوں کا اہتمام

مدینہ منورہ سے مکہ المکرّمہ جانے والا راستہ بالکل ویران تھا۔ سیدنا عمرؓ نے ہر منزل پر چوکیاں اور سرائیں قائم کیں اور ان میں چشموں کے پانی کا عمدہ انتظام کیا۔ مختلف شہروں میں مہمان خانے بنوائے تا کہ مسافروں کو آمد و رفت میں آسانی ہو[1]۔

محکمہ آب پاشی

آپؓ نے پورے ملک میں نہریں کھدوائیں جن میں زیادہ تر نہریں آب پاشی و زرعی ترقی کے لیے بنائی گئی تھیں۔ ان میں سے چند مشہور نہریں درجِ ذیل ہیں:

1. **نہرِ ابی موسیٰ:** بصرہ کے لوگوں کو میٹھا پانی مہیا کرنے کے لیے دریائے دجلہ سے نو میل لمبی نہر کاٹ کر بصرہ میں لائی گئی چونکہ یہ نہر سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ نے تیار کروائی تھی لہٰذا ان ہی کے نام سے منسوب ہوئی[2]۔

2. **نہرِ معقل:** سیدنا معقل بن یسارؓ کی نگرانی میں تیار ہوئی اور یہ بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی[3]۔

3. **نہرِ امیر المومنینؓ:** یہ نہر سب سے لمبی اور فائدہ مند تھی جو سیدنا عمرؓ کے خاص حکم سے مصر میں کھودی گئی۔ 18ھ میں مدینہ میں قحط پڑا اور مصر سے غلہ خشکی کے راستے دیر سے پہنچا۔ غلّہ تیزی سے پہنچانے کے لیے 29 میل لمبی یہ نہر دریائے نیل سے بحرِ قلزم تک سیدنا عمرؓ کے حکم کے مطابق تیار کروائی گئی۔ جہاز دریائے نیل سے بحرِ قلزم تک آتے اور غلہ لے کر جدہ لنگر انداز ہوتے لہٰذا اس نہر کے ذریعہ مصری غلہ جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے تیزی سے عرب پہنچایا جاتا۔ سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد یعنی تقریباً 101ھ تک یہ نہر جاری رہی[4]۔

---

① فتوح البلدان، ج:1،ص:273　② فتوح البلدان، ج:1،ص:347　③ فتوح البلدان، ج:1،ص:348

④ حسن المحاضرة فی تاریخ مصر و القاهرة، ج:2،ص:387

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

4. نہر سعد: یہ بھی ایک مشہور نہر تھی جو سیدنا سعد بن وقاصؓ نے سیدنا عمرؓ کے دور میں کھدوائی[1]۔
نہروں کے علاوہ جگہ جگہ تالاب بنوائے گئے۔ دریائے دجلہ اور دریائے فرات پر بند بھی بنوائے گئے۔ایک بار سیدنا عبداللہ بن العاصؓ کے کارندے نے آپؓ کو خط لکھا کہ میں نے زمینوں اور باغات کی آب پاشی کے بعد فاضل پانی کا سودا تیس ہزار درہم میں کرلیا ہے۔اب آپؓ کی اجازت کا منتظر ہوں۔ آپ نے جواباً لکھا کہ فاضل پانی اور گھاس فروخت نہ کرو اور اس کے استعمال سے کسی کو نہ روکو! میں اس کے فروخت کی اجازت نہیں دے سکتا لہٰذا اب تم یہ پانی سب کو مفت استعمال کرنے کا موقع دے دو! اور اس میں قریب کے پڑوسی کا پہلا حق ہے پھر اس کے بعد جو قریب ہوں اور یوں علی الترتیب سب لوگ لے لیں[2]۔ یوں آپ ہر صورت میں عوام الناس کے فائدے کو مدِّ نظر رکھتے۔

قحط سالی

18ھ ہجری میں مدینہ منورہ میں قحط سالی ہوگئی اور کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہ رہا۔ بیت المال کا تمام نقد اور غلّہ استعمال ہو گیا تو آپؓ نے ہر صوبہ کے گورنر کو پیغام بھیجا گیا کہ جس قدر غلہّ بھیجنا ممکن ہو، فوراً مدینہ بھجوا دیں۔ چنانچہ سیدنا ابوعبیدہؓ نے شام سے غلّہ سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ اور سیدنا عمرو بن العاصؓ نے مصر سے بحر قلزم کے راستے سے غلّے سے بھرے ہوئے بیس جہاز بھجوائے۔ یہ جہاز مدینہ سے تین منزل دور بندرگاہ پر لنگر انداز ہوئے۔سیدنا عمرؓ خود ان کا معائنہ کرنے بندرگاہ تک گئے۔ ان دنوں مدینہ میں روزانہ بیس اونٹ ذبح ہوتے تھے۔کئی من غلہ پک کر تیار ہوتا اور محتاجوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ایک وقت میں دس سے پچاس ہزار افراد کو کھانا کھلایا جاتا کیونکہ مدینہ کے گردونواح سے بھی لوگ ادھر ہی جمع ہو گئے تھے۔سیدنا عمرؓ کا ان دنوں میں اپنا یہ حال تھا کہ ہر طرح کا گوشت، چربی وغیرہ چھوڑ دی تھی کہ جب تک عام مسلمانوں کو ہر چیز میسر نہیں ہوگی میں بھی یہ چیزیں نہیں کھاؤں گا۔ لنگر پر عام لوگوں کے لیے جو کھانا پکتا خلیفۂ وقت بھی وہی کھاتے جس کی وجہ سے ان کی سرخ رنگت سانولی ہوگئی حالانکہ قبولِ اسلام سے قبل گوشت اور کھجوریں خوب کھاتے تھے اور جس زمانہ میں پہلوانی کرتے تھے تو دو، تین کلو کھجوریں ایک دن میں نوش فرماتے تھے۔آپؓ قحط کے زمانہ میں نہایت خشوع سے یہ دعا

① فتوح البلدان، ج:1،ص:269 ② ایامِ خلافتِ راشدہ،ص:147

مانگا کرتے کہ اے اللہ! محمد ﷺ کی امت کو میری شامتِ اعمال سے تباہ نہ کرنا[1]۔

اس قحط کے زمانے میں سیدنا عمرؓ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا یہ کہہ کر منسوخ کر دی کہ ان دنوں جو چوری کرے گا وہ بھوک سے مجبور ہو کر کرے گا۔ چونکہ حالت اضطرار میں مردار کھانا بھی جائز ہے اس لیے ان دنوں میں کھانے پینے کی یا معمولی چوری پر یہ سزا نہ دی جائے[2]۔

قحط سالی کے زمانے میں ایک دن اپنے بچے کو دیکھا کہ وہ خربوزہ کھا رہا ہے۔ آپؓ اس کے پیچھے دوڑ پڑے کہ ''اے امیر المومنین کے بچے! لوگ تو بھوکے مر رہے ہیں اور تو خربوزے کھا رہا ہے۔'' بچہ خربوزہ لے کر گھر کی طرف بھاگا، یہ بھی پیچھے پیچھے لپکے، پھر گھر والوں سے باز پرس کی تو پتہ چلا کہ کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے انہیں بیچ کر یہ خربوزہ لیا گیا ہے۔ یہ سن کر آپؓ کو اطمینان ہوا کہ بیت المال میں کوئی خیانت نہیں کی گئی[3]۔

انہی دنوں مدینہ میں ایک بچی کو دیکھا جو بہت کمزور تھی تو کہنے لگے: ''اس کا یہ حال کیوں ہے؟'' بتایا گیا یہ آپؓ کے ہی خاندان کی بچی ہے تو فرمایا: ''عمرؓ کے بچوں کے لیے بھی وہی ہے جو باقی بچوں کے لیے ہے۔ اس سے زیادہ ان کو کچھ نہیں مل سکتا''[4]۔

نئے شہر

سیدنا عمرؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ، بصرہ، مُوصل، فسطاط اور جزیرہ جیسے نئے شہر آباد کیے گئے جو بہت مشہور ہیں۔ ان نئے شہروں میں لاکھوں لوگوں کو سر چھپانے کی جگہ ملی۔ شہر فسطاط کی وجہ تسمیہ بھی بڑی دلچسپ ہے۔ فسطاط عربی میں خیمے کو کہتے ہیں۔ مصر کے اس علاقے میں پہلے رومیوں کا مضبوط فوجی قلعہ تھا۔ فتح مصر کے وقت کئی ماہ مسلمانوں نے یہاں خیمے گاڑ کر اس کا محاصرہ کیا۔ فتح کے بعد آگے بڑھنے لگے تو فاتح مصر سیدنا عمرو بن العاصؓ کے خیمہ میں دیکھا گیا کہ ان کے خیمہ میں ایک کبوتری نے گھونسلہ بنا کر اس میں انڈے دے دیے ہیں۔ انہوں نے پرندے کو پریشانی اور تکلیف سے بچانے کے لیے کہا کہ وہ خیمہ نہ اکھاڑا جائے۔ بعد میں جب یہاں شہر آباد کیا گیا تو اس خیمہ کی وجہ سے اس کا نام فسطاط رکھا گیا[5]۔

---

① سیر الصحابہ، ج:5، ص:381-380 ② مصنف لعبد الرزاق:18990

③ خلفائے راشدین، ص:169، حیاتِ فاروق اعظم، ص:139، عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، ص:379

④ حیات فاروق اعظم، ص:358-357 ⑤ فتوح مصر والمغرب، ج:1، ص:115,116

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

تعمیرِ مساجد

آپؓ کے دور میں ملک بھر میں تقریباً چار ہزار مساجد تعمیر کی گئیں اور دینی تعلیم کے لیے وہاں قُراء اور عالمِ دین صحابہ کرامؓ و دیگر افراد کو مقرر کیا گیا[1]۔

توسیع خانہ کعبہ و مسجد نبوی ﷺ

زیارت کے لیے آنے والوں کی کثیر تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے سیدنا عمرؓ نے حرم شریف کو وسیع کرایا اور ارد گرد چار دیواری بنوائی۔ کعبہ پر جو کپڑا پہلے چڑھایا جاتا تھا اس کی جگہ مصر کا عمدہ قباطی غلاف چڑھوانا شروع کیا۔ نیز رات کو روشنی کا انتظام بھی کروایا۔

نمازیوں کی سہولت کے لیے مسجد نبوی کا طول سو گز سے بڑھا کر 140 گز کیا اور عرض بھی 20 گز بڑھا دیا۔ کنکروں کے فرش کی بجائے چٹائی کا فرش بچھایا۔ مسجد میں خوشبو اور روشنی کا بھی انتظام کیا[2]۔ نماز کے بعد جو لوگ بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتے ان کے لیے کونے میں الگ چبوترا بنوایا[3]۔ گویا عبادت کے ساتھ لوگوں کی سہولت کو بھی مدِّ نظر رکھا۔

دینی تعلیم

ہر شہر اور ہر قصبہ میں مسجد کی تعمیر ضروری تھی۔ نماز کے علاوہ ان مساجد کو دینی مدرسوں کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا۔ مؤذن اور دینی تعلیم دینے والوں کی باقاعدہ تنخواہ مقرر تھی[4]۔ اس طرح سارے ملک میں قرآن مجید کی تعلیم کو پھیلا دیا گیا۔ فوجیوں کے لیے قرآن کی تعلیم لازمی ہوتی اور ایک خاص رجسٹر میں فوجیوں کا تعلیمی ریکارڈ محفوظ ہوتا[5]۔

حفاظ فوجیوں کا وظیفہ زیادہ ہوتا اور اسی محرک کے سبب ایک وقت میں کئی کئی فوجی حفاظ ہوتے۔ اسی حکمت عملی کے نتیجے میں صرف سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ کی فوج میں 300 حفاظ تھے[6]۔ چونکہ قرآن مجید سیکھنے والوں کے لیے بھی وظیفہ مقرر کر دیا اس لیے دیکھتے ہی دیکھتے ساری مملکت میں قرآن کی تعلیم عام ہو گئی۔

---

① سیر الصحابہ، ص452-445 ② اخبارِ عمر، ص:126 ③ اسد الغابة، ج:4، ص:156

④ مسند الفاروق، ج:2، ص:325، شرح مسند الشافعی، ج:4، ص:134، تاریخ بغداد، ج:2، ص:79، 459

⑤ حیات فاروق اعظم، ص:122-121 ⑥ خلفائے راشدین، ص:147

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

ایک عامل نے لکھا کہ لوگ قرآن کی محبت میں نہیں سیکھ رہے بلکہ وظیفہ لینے کے لیے قرآن مجید سیکھ رہے ہیں تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ’’مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وظیفہ بہر حال دیتے رہو‘‘ تاکہ لوگوں میں قرآن کا صحیح علم عام ہو[1]۔

مردم شماری

سیدنا عمرؓ کے دور میں مختلف قوموں، قبیلوں کی باقاعدہ مردم شماری کرائی گئی اور باقاعدہ رجسٹر میں اندراج کیا گیا[2]۔

اسلامی سکہ کا اجراء

18ھ سے پہلے روم وایران کے پرانے سکے ہی چلے آرہے تھے۔ سیدنا عمرؓ کے دور میں عرب میں اسلامی طرز پر یہ سکے ڈھالے گئے جن پر ’’**الحمد للہ**‘‘ یا ’’**لا الہ الا اللہ وحدہ**‘‘ اور بعض پر ’’**محمد رسول اللہ**‘‘ کے الفاظ لکھے ہوئے ہوتے[3]۔

سنہ ہجری کی ابتدا

21ھ تک ہجری سن قائم نہ ہوا تھا۔ اسی سنہ میں سیدنا عمرؓ کے سامنے ایک دستاویز پیش ہوئی جس پر صرف شعبان کا لفظ لکھا تھا۔ سیدنا عمرؓ نے کہا: ’’یہ کیسے معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟‘‘ اسی وقت مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی۔ سیدنا علیؓ نے سن کی ابتدا کے لیے ہجرت نبوی ﷺ کی رائے دی۔ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک اسلامی کیلنڈر ہو جس کا پہلا مہینہ محرم اور پہلا سال آپ ﷺ کی ہجرت کے مطابق ہو۔ یوں سنۂ ہجری کی ابتدا ہوئی[4]۔

جیل خانہ

سیدنا عمرؓ کے دور میں پہلی مرتبہ جیل خانے بنائے گئے جن کی تعمیر کے لیے رقم بیت المال سے ادا کی گئی۔ آپؓ نے سب سے پہلا جیل خانہ مکہ میں صفوان بن امیہ کا گھر چار ہزار درہم کے عوض خرید کر بنایا۔

---

① کنز العمال، ج:2، 4178 ② خلفائے راشدین، ص:138 ③ عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:449
④ محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ، ج:1، ص:317-316

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

پھر دیگر اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے [1]۔

جلاوطنی کی سزا بھی سب سے پہلے سیدنا عمرؓ نے دی۔ چنانچہ ابو محجن ثقفی کو بار بار شراب پینے کے جرم میں ایک جزیرہ کی جانب جلاوطن کر دیا گیا [2]۔

---

① سیدنا عمر بن خطابؓ، ص:31,33

② السیرة النبویة و اخبار الخلفاء لابن حبان، ج:2، ص:469

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

اخلاق وعادات

خوفِ الٰہی

سیدنا عمرؓ کے اوصافِ حمیدہ میں سب سے نمایاں وصف خوفِ خدا تھا۔ان کے ایک صحابیؓ ساتھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کو باغ کے اندر سے آواز سنائی دی کہ سیدنا عمرؓ فاروق خود ہی اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے: ''اے خطاب کے بچے! اللہ سے ڈر، اے امیر المومنین! اللہ سے ڈر''۔ یوں اپنے آپ کو بلند آواز سے ڈراتے رہتے تھے تاکہ غلطی سے بچ سکیں[1]۔

اپنا ماضی یاد کرتے تاکہ تکبر کا شکار نہ ہو جائیں حج کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک مقام پر فرمایا: ''یہی وہ جگہ ہے جہاں میں اپنے باپ کے ساتھ مویشی اور اونٹ چرایا کرتا۔ میرا باپ خطاب اتنا سخت تھا کہ اگر میں تھک کر ستانے لگتا تو مجھ پر تشدد کرتا تھا۔ آج اللہ کے سوا مجھ پر کوئی حکمران نہیں ہے''[2]۔

ایک دن منبر پر چڑھ کر فرمایا:

''ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میں پانی بھر کر اجرت لیتا تھا اور اسی اجرت پر کھجوریں لے کر پیٹ بھرتا تھا''۔ لوگوں نے کہا: ''یہ کون سا وقت ہے اس بات کو بتانے کا؟'' بولے: ''دل میں تکبر آ گیا تھا جس کی وجہ سے میں یوں کہہ رہا تھا کیونکہ یہ تکبر کا علاج ہے''[3]۔ یعنی اپنے سادہ ماضی کو بلا تکلف سب کے سامنے بیان کر کے خود کو تکبر سے بچایا۔

ایک دفعہ آپؓ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا: '' کیوں ابو موسیٰؓ اس پر راضی ہو کہ ہم قبولِ اسلام، ہجرت اور رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کے طفیل چھوٹ جائیں نہ عذاب ملے نہ ثواب؟'' ابو موسیٰؓ نے کہا میں تو اس پر راضی نہیں ہوں کیونکہ ہم لوگوں نے نیکیاں کی ہیں اور اس کے صلے کی امید رکھتے ہیں۔ یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے! میں تو صرف اسی قدر چاہتا ہوں کہ بے مواخذہ چھوٹ جاؤں''[4]۔

---

① موطأ لامام مالك،(فؤادعبد الباقى)،ج:2،ص:992 ② الطبقات الكبرٰى ط العلمية،ج:3،ص:202، الطبقات الكبرٰى، ج:3،ص:266 ③ الطبقات الكبرٰى،ج:3،ص:293 ④ كنز العمال،ج:12،35917،خلفائے راشدین،ص:150

سیدنا عمرؓ نے اپنی انگوٹھی پر لکھوایا ہوا تھا کفٰی بِالموتِ واعظًا یاعمر ''اے عمر! تیرے لیے موت کا ناصح ہونا کافی ہے''۔ یہ اس لیے لکھوایا تھا کہ بار بار موت کی یاددہانی ہوتی رہے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرتے رہیں لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کرتے اور ہنستے کم تھے[1]۔

سیدنا حسنؒ کہتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ قیامت کی آیات تلاوت کرتے تھے اور روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر نماز میں آخرت اور قیامت کی آیات پڑھتے۔ سیدنا عبداللہ بن شدادؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نماز کی آخری صفوں میں تھا کہ عمرؓ نے نماز میں سورۃ یوسف کی آیت اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کی تلاوت کی، آپؓ اتنا روئے کہ میں نے آپؓ کے رونے کی آواز سنی[2]۔

خوفِ خدا سے لرزاں رہتے اور کہتے: ''اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنّتی ہیں تب بھی مجھے مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ ایک بدقسمت انسان میں ہوں جو نہیں بخشا گیا[3]۔
کبھی کبھی اپنا ہاتھ آگ کے قریب لے جاتے پھر فرماتے: ''ابن خطابؓ! تجھ میں اس آگ کی تپش کی برداشت ہے؟''[4]۔

امام ضحاکؒ کہتے ہیں سیدنا عمرؓ نے ایک بار فرمایا: ''کاش میری زندگی ایک مینڈھے کی زندگی ہوتی یعنی مجھے کچھ لوگ پال لیتے پھر موٹا تازہ کرتے اور جب مجھ پر خوب چربی چڑھ جاتی تو مجھے مہمانوں کی خاطر ذبح کر دیا جاتا۔ کچھ لوگ میرا بھنا ہوا گوشت کھا لیتے اور کچھ میرے گوشت کا شوربا پیتے۔ غرض مجھے کھا پی کر میرا قصّہ تمام کردیتے تاکہ میں حساب سے بچ جاتا''[5]۔

سیدنا عبداللہ بن عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ''میں نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ انہوں نے زمین سے مٹی کا ایک ڈھیلا ہاتھ میں اٹھا لیا اور پھر کہا: ''کاش! میں مٹی کا یہ ڈھیلا ہوتا۔ کاش! میری تخلیق ہی سرے سے عمل میں نہ آتی۔ کاش! میں اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ کاش! میں ملیامیٹ ہو چکا ہوتا''[6]۔

---

① البدایة والنهایة، ج:7، ص:151، تاریخ الخلفاء، ج:1، ص:109، تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، ج:2، ص:241
② یوسف:86، صحیح البخاری، بَابُ اِذَابَکَی الْاِمَامُ فِی الصَّلٰوۃِ ③ کنزالعمال، ج:12، 35916 ④ کنزالعمال، ج:12، 35914، عمر بن خطابؓ، ص:211 ⑤ کنز العمال، ج:12، 35912 ⑥ کنز العمال، ج:12، 35914

ایک طرف دل کی نرمی کی یہ انتہا تھی دوسری طرف ہاتھوں میں کوڑا لیے بازاروں میں گھومتے کہ کہیں بھی تجارت میں کسی سے زیادتی نہ ہو جائے۔

ولیم میور نے ان کی انہی خصوصیات کو یوں بیان کیا:

"Whip in hand, he would perambulate the streets and markets of Medina, ready to punish offenders on the spot,and so the proverb,'Omar's whip more terrible than other's sword.'But with all this he was tenderhearted, and number less acts of kindness are recorded of him, such as relieving the wants of the widow and the fatherless.""Ever ready to unsheathe the sword, it was he that at Badr advised the prisoners to be all put to death. But age, as well as office, had now mellowed this asperity"[1]

''کوڑا ہاتھ میں لیے وہ مدینہ کی گلیوں میں گھومتے اور زیادتی کرنے والوں کو وہیں سزا دیتے یہاں تک کہ یہ مثال ضرب المثل بن گئی کہ ''عمرؓ کا کوڑا دوسروں کی تلوار سے زیادہ شدید ہے'' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی رحم دلی کی بے شمار مثالیں بھی ضبطِ تحریر ہیں جیسے کہ بیواؤں اور یتیموں کی ضروریات پوری کرنا۔ وہی عمرؓ جو ہر وقت تلوار نیام سے نکالنے کو تیار رہتے تھے، وہی عمرؓ جنھوں نے بدر میں ہر قیدی کو قتل کرنے کی تجویز پیش کی تھی لیکن اب عہدے نے عمرؓ کی سختی کو نرمی میں بدل دیا۔

متعلقینِ رسالت ﷺ کا لحاظ

رسول اللہ ﷺ کے تمام متعلقین کا پاس ولحاظ اپنی اولاد سے زیادہ کرتے تھے، جب صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کرنا چاہے تو اکابر صحابہؓ کی رائے تھی کہ بحیثیت امیر المومنین کے، آپؓ کی ذات کو مقدم رکھا جائے لیکن سیدنا عمرؓ نے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق کے لحاظ سے وظائف مقرر کیے۔ چنانچہ سب سے پہلے بنی ہاشم پھر ان میں سیدنا علیؓ اور سیدنا عباسؓ کو مقدم رکھا۔ اس کے بعد بنو امیہ کو اور اپنے قبیلے بنی عدی کو پانچویں نمبر پر رکھا، تنخواہوں کی تعداد میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی[2]۔

---

① Willian Muir, The Caliphate,pg 198 ② عمر بن خطابؓ، ص:231

سب سے زیادہ تنخواہیں بدری صحابہ کرامؓ کی تھیں، اگرچہ سیدنا حسنؓ وحسینؓ ان میں سے نہ تھے لیکن آپ ﷺ کے تعلق سے ان کی تنخواہیں بدری صحابہ کرامؓ کے برابر مقرر کیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے وظیفے مقرر کیے بمع اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہؓ کے لیکن سیدہ عائشہؓ کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا کیونکہ وہ آپ ﷺ کو زیادہ پیاری تھیں[1]۔

آپ ﷺ کے غلام زیدؓ کے صاحبزادے اسامہؓ کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہؓ سے زیادہ مقرر کی حالانکہ وہ اصحابِ بدر میں سے تھے۔ سیدنا عبداللہؓ نے عذر کیا تو فرمایا: ''رسول ﷺ اسامہ کو تجھ سے اور اسامہ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے''[2]۔ غرض آپؓ کی زندگی کا کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا جہاں آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے تعلق کو اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں پر ترجیح نہ دی ہو۔

غذا اور لباس

خلافت کے دور میں آپؓ کی سادگی میں فرق نہ آیا حالانکہ آپؓ کی حکومت اکاون ہزار مربع میل پر محیط تھی۔ مالِ غنیمت کثرت سے حاصل ہو رہا تھا اور دیگر ذرائع سے بھی آمدنی اضافہ پذیر تھی تاہم آپؓ کی سادگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپؓ کے گزارہ کے لیے وظیفہ کی جو رقم مقرر کی گئی تھی وہ دو درہم روزانہ تھی، اسے بھی اس شرط پر قبول کیا تھا کہ جب مالی حالت درست ہو جائے گی تو بیت المال سے نہیں لیں گے۔ فرماتے تھے کہ مسلمانوں کے مال میں میرا اتنا ہی حق ہے جتنا ایک یتیم کے مال میں متولی کا ہوتا ہے۔ آپؓ مکہ میں تجارت کرتے تھے اور مدینہ آ کر زراعت بھی شروع کی لیکن خلافت کے کام کی وجہ سے ذاتی معاش سے رک گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ان کی تنگی دیکھ کر اتنا وظیفہ مقرر کیا جو معمولی خوراک ولباس کے لیے کافی ہو۔ 15 ہجری میں لوگوں کے وظیفے مقرر ہوئے تو آپؓ کے لیے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ غذا نہایت سادہ تھی اور عموماً روٹی اور روغنِ زیتون پر گزارہ کرتے، کبھی کبھی گوشت، ترکاری، دودھ اور سرکہ بھی دسترخوان پر ہوتا[3]۔

سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ نے اپنے والد سے سنا تھا کہ ایک بار سیدنا عمر بن خطابؓ کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا۔ انہوں نے ان چیزوں کو کھانا شروع کیا۔ کھاتے جاتے تھے اور اپنے شکم کو مَس کر

---

① خلفائے راشدین، ص:151 ② عمر بن خطابؓ، ص:222 ③ فتوح البلدان، ج:1، ص:443-431، خلفائے راشدین، ص:174

کے کہتے جاتے تھے: ''اے شکم! جب تک گھی وغیرہ کی شدید قلت ہے تجھے ان ہی چیزوں کا عادی بننا پڑے گا''[1]۔

آپؓ کا لباس صرف چند جوڑوں پر مشتمل تھا جو موٹے کپڑے کے بنے ہوئے تھے اور ان میں بھی پیوند لگے ہوتے تھے۔ زیادہ تر قمیص پہنتے، عمامہ عموماً باندھتے تھے اور قدیم عربی طرز کی جوتی پہنتے۔ ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ حفصہؓ جو آپؓ کی بیٹی تھیں، انہوں نے اس بارے میں گفتگو کی تو فرمایا: مسلمانوں کے مال میں سے اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا اور ان ہی پیوند لگے کپڑوں میں برسرِ عام نکلتے تھے[2]۔

سیدنا حسنؓ کا بیان ہے: ''عمر بن خطابؓ اپنی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ تقریر کر رہے تھے تو میں نے دیکھا ان کے کرتے میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے''[3]۔

ابوعثمان نہدی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار سیدنا عمرؓ کو اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے چمڑے سے اپنے کرتے کے پیوند درست کر لیے تھے اور ایک اور موقع پر جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، ان کی یہ شان تھی کہ ان کے کرتے میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے اور ان پیوندوں میں کم از کم ایک پیوند سرخ رنگ کے چمڑے کا بھی تھا[4]۔

سیدنا عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے دین و دنیا کے معاملہ میں بہت غور کیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو دین جائے گا اور دین کی طرف پورے طور پر راغب ہو جاؤں گا تو میری دنیا برباد ہو جائے گی۔ بہت غور و خوض کے بعد میں نے طے کیا کہ میں وہ قبول کر لوں جسے بقا ہے اور اس چیز کو مٹ جانے دوں جو یوں بھی مٹ جائے گی''، یعنی انہوں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دے دی[5]۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ اور سیدہ حفصہؓ نے کہا: ''امیر المومنین! اللہ نے آپ کو فارغ البال کیا ہے، آپ کے پاس بادشاہوں کے سفرا اور عرب کے وفود آتے ہیں، اس لیے آپؓ کو اپنی زندگی میں تبدیلی کرنی چاہیے'' یہ سن کر انہوں نے فرمایا: ''افسوس تم دونوں امہات المومنین ہو کر بھی مجھے دنیا کی ترغیب دیتی ہو؟

---

① تاریخ الخلفاء، ج:1، ص:105 ② ایام خلافت راشدہ، ص:265 ③ الزہد لاحمد بن حنبلؒ، ج:1، ص:103,658
④ الطبقات الکبریٰ، ج:3، ص:328 ⑤ عمر بن خطابؓ، ص:214

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

عائشہؓ تم رسول اللہ ﷺ کو بھول گئیں جب کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا جسے آپ ﷺ رات کو بچھاتے اور دن کو اوڑھتے تھے۔ حفصہؓ! تم کو یاد نہیں ایک مرتبہ تم نے فرش کو دوہرا بچھا دیا تھا جس کی نرمی کے سبب رسول اللہ ﷺ رات بھر سوتے رہے اور جب بلالؓ نے اذان دی تو اس وقت آنکھ کھلی اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم نے یہ کیا کیا کہ فرش کو دوہرا کر دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا، مجھے دنیاوی راحت سے کیا واسطہ؟ تم نے فرش کی نرمی کی وجہ سے مجھے غافل کر دیا''۔ اس سرزنش سے سیدہ حفصہؓ شرمندہ ہو گئیں اور پھر کبھی والد کو دنیاوی چیزوں کی ترغیب نہ دی[1]۔

سعید بن مسیّبؒ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں کچھ اونٹ آئے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک اونٹ بیمار ہو گیا تو امیر المومنین نے اس کی قربانی کر کے اس کا کچھ گوشت امہات المومنین کے گھروں میں بھجوا دیا اور بقیہ پکوا کر چند اصحابؓ کو کھلوایا جن میں رسول اللہ ﷺ کے چچا محترم سیدنا عباسؓ بھی شامل تھے انہوں نے کہا: امیر المومنین! ایسی دعوتوں کا انتظام روز ہو جایا کرے تو کتنا اچھا ہو! ہم سب جمع ہوں اور آپ سے باتیں کریں۔ فرمایا: ''اب اس قسم کی دعوت کی تکرار نہ ہوگی۔ میرے دو ساتھی تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے کام کیے اور ایک خاص راستے پر گامزن ہوئے۔ اب اگر میں ان دونوں (رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ) کی تقلید نہیں کروں گا تو دوسرے راستے پر جا پڑوں گا جو ان کا راستہ نہیں ہوگا''[2]۔ گویا اپنے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کو بھی راہِ حق پر تھام کر رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ عتبہ بن فرقد سیدنا عمرؓ سے ان کے کھانے کے وقت ملنے آئے تو آپؓ نے گورنر کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ وہ اس اعزاز پر بہت خوش ہوئے مگر جب کھانے بیٹھے تو دیکھا کہ سوکھی روٹی اور ابلا ہوا گوشت تھا۔ سوکھی روٹی گورنر کے گلے میں اٹکنے لگی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین آپ کو کچھ اچھا کھانا کھانا چاہیے۔ یہ سن کر سیدنا عمرؓ نے کھانے سے ہاتھ روک کر فرمایا: ''افسوس! تم مجھے دنیاوی عیش و تنعم کی ترغیب دیتے ہو''[3]۔ حالانکہ اس وقت فتوحات کی کثرت اور آمدنی میں مسلسل اضافہ کی بدولت بیت المال کی آمدن کروڑوں میں تھی لیکن امانت دار خلیفہ بھلا کیسے اسے اپنے تصرف میں لاتے۔ حیرت اور تعجب ہے ان ہستیوں کے ضبطِ نفس اور امانت داری پر!

---

① کنز العمال، ج:12، 35959 ② حیاتِ فاروقِ اعظم، ص:204

③ کنز العمال، ج:12، 35956، حیات فاروق اعظم، ص:247

سیدنا عمرؓ فرمایا کرتے تھے: ''اگر میں چاہتا تو انتہائی لطیف اور خوش ذائقہ غذائیں کھاتے ہوئے بے حد عیش و آرام سے اپنے شب و روز گزارتا کیونکہ مجھے مختلف قسم کی لذیذ غذاؤں سے مکمل واقفیت ہے لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ قومیں اور امتیں اسی لذتِ کام و دہن کا شکار ہو کر ہلاک اور برباد ہوئی ہیں''[1]۔

جانوروں پر رحم

سیدنا عمرؓ کی رحم دلی کی انتہا یہ تھی کہ جانوروں پر بھی حد درجہ رحم کرتے اور اس بات کا کامل خیال رکھتے تھے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ دے۔ ایک مرتبہ ایک جنگ سے فوج واپس آئی تو سیدنا عمرؓ اس طرف چلے گئے جہاں مسلمانوں نے اپنے جانور باندھے ہوئے تھے۔ جانوروں کی حالت دیکھ کر آپؓ بہت پریشان ہوئے اور کہا: ''ان کے بارے میں تمہیں اللہ کا خوف نہیں ہے کہ ان کا بھی تم پر حق ہے۔ تم نے کیوں نہ ان کو کھلا چھوڑ دیا تا کہ یہ چراگاہوں میں چرتے اور کھاتے''[2]۔ انہوں نے کہا ہمارا خیال تھا کہ آپ جنگ کے حالات جاننے کے لیے بے چین ہوں گے لہٰذا ہم جلدی میں انہیں باندھ کر آپ کے پاس آ گئے۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا: پہلے جانوروں کو کھلاؤ پلاؤ پھر میرے پاس آنا۔ آپؓ کے دور میں عدل کا یہ عالم تھا کہ انسانوں پر ظلم تو دور کی بات جانوروں پر بھی کوئی ظلم نہیں کر سکتا تھا۔ آپؓ بازار میں بار برداروں کو بھی ٹوکتے کہ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو ایک مرتبہ بازار میں دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک شخص نے بہت زیادہ بوجھ لادا ہوا ہے اور اسے درّے سے پیٹ رہا ہے تو فرمایا: ''**لَمْ تَحْمِلُ بَعِيْرَكَ مَالَا يُطِيْقُ**'' یعنی اپنے اونٹ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا[3]۔

سیدنا عمرؓ نے ایک سرکاری فرمان جاری کیا کہ ''کسی گھوڑے کو خصی نہ کرو، نہ ہی یک دم مسلسل دو میل سے زیادہ اسے دوڑاؤ''[4]۔

اعترافِ خطا و تلافی

سیدنا عمرؓ کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ غلطی ہونے پر نادم ہوتے اور اس کی تلافی کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ آپؓ ہاتھ میں درہ تھامے بازار میں سے گزر رہے تھے۔ جب آپؓ نے درے کو حرکت دی تو

---

① حیات فاروق اعظم، ص:248 ② عمر بن خطاب، ص:293 ③ التراتيب الادارية والعمالات والصناعات والمتاجر، ج:2، ص:99، محض الصواب، ج:2، ص:469 ④ ایام خلافت راشدہ، ص:241

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

وہ ایک ساتھی کے کپڑے کے کنارے پر جالگا۔ آپؓ نے اسے فرمایا: ’’راستہ چھوڑ دو‘‘۔ اگلے سال آپؓ پھر اسی شخص سے ملے اور پوچھا: ’’کیا تم حج کا ارادہ رکھتے ہو؟‘‘ اس کے اثبات میں جواب دینے پر اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور چھ سو درہم دے کر فرمایا: ’’تم اس سے حج کرو اور یہ اُس حرکت کا بدلہ ہے جب میرے کوڑا ہلانے سے تمہیں تکلیف پہنچی تھی‘‘۔ اس نے کہا کہ مجھے تو وہ بات یاد بھی نہیں تھی، آپؓ نے فرمایا: ’’مگر میں اسے نہیں بھولا تھا‘‘[1]۔

آپؓ نے ایک مرتبہ ایک عامل کو بلا کر فرمایا: ’’کیا تم اور تمہارے ساتھی کل رات شراب پی رہے تھے؟‘‘ وہ بولا کہ آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ آپؓ نے فرمایا: ’’میں نے خود مشاہدہ کیا تھا‘‘ تو وہ بولا: ’’کیا اللہ تعالیٰ نے کھوج لگانے سے منع نہیں کیا‘‘؟ آپؓ نے کمال عظمت سے کام لیتے ہوئے اپنی غلطی تسلیم کی اور اسے چھوڑ دیا۔ ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ اپنے اعمال پر کتنی کڑی نظر رکھتے تھے اور جہاں اپنی اصلاح کی ضرورت ہوتی تو اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرتے[2]۔

قدردانی

خنساء نامی ایک مشہور شاعرہ کے چار لڑکے جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو قسم دے کر میدان جنگ میں بھیجا کہ پوری جاں بازی سے لڑیں اور میدانِ جنگ سے پیٹھ نہ پھیریں! لہٰذا وہ چاروں بہادری سے لڑے اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ خنساء کو خبر ہوئی تو انہوں نے صبر کیا اور بچوں کے لیے دعائے مغفرت کی۔ سیدنا عمرؓ نے ان کے اس عمل کی قدردانی کی اور جب تک خنساء زندہ رہیں اس وقت تک ان کے چاروں بہادر شہید بیٹوں کا وظیفہ ان کو دیتے رہے[3]۔

سیدنا عمرؓ کی قدردانی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نام کی عظمت کے سبب محمد نام والوں کی خاص طور سے عزت کی اور اپنے خادم سے فرمایا کہ محمد نام والے سب لوگوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ محمد نام کے سب حضرات سیدنا محمد بن ابی بکرؓ، سیدنا محمد بن جعفرؓ، سیدنا محمد بن طلحہؓ وغیرہ آئے تو ان سب کو آپ نے بیش قیمت حلے دیے[4]۔

---

① تاریخ الطبری، ج: 4، ص: 224، سیدنا عمر بن خطابؓ، ص: 209 ② کنز العمال، ج: 3، 8827، 8480

③ ایامِ خلافتِ راشدہ، ص: 362-361 ④ الإصابة فی تمییز الصحابة، ج: 6، ص: 12

عمر بن حارث نامی ایک بزرگ سیدنا عمرؓ کے پاس گئے اور مدح کے اشعار پڑھنے لگے

مَا اِنَّ رَایتُ مِثْلَ الْخَطَّابِ

اَمَرَ بِالدِّیْنِ وَ بِالْکِتَابِ

بَعْدَ النَّبِیّ صَاحِبَ الْکِتَابِ. الخ

''سیدنا عمرؓ کی طرح میں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد دینِ اسلام اور کتاب اللہ کی نصرت کرنے والا اور کسی کو نہیں دیکھا''۔

سیدنا عمرؓ نے ان کو کوڑے سے کونچ دے کر فرمایا: ''ابوبکرؓ کا ذکر کیوں چھوڑا؟ نبی اکرم ﷺ کے بعد تو انہیں کا درجہ ہے''۔ انہوں نے کہا: واللہ! مجھے اس کا خیال نہیں رہا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''اگر تو نے دیدہ و دانستہ ان کو خارج کیا ہوتا تو میں تیری پیٹھ کو کوڑوں سے زخمی کر دیتا''[2]۔

گویا آپؓ سیدنا ابوبکرؓ کی خدمات کو زندگی بھر سراہتے رہے اور اپنی ذات پر انہیں مقدم رکھتے۔ کچھ لوگ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''امیر المومنین! خدا گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم نے آپ کی طرح کسی کو اس درجہ عادل، اس درجہ قول کا سچا اور اہل نفاق وریا کے معاملہ میں درجہ سخت گیر نہیں پایا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؓ امت میں سب سے بہتر انسان ہیں''۔ سیدنا عوف بن مالکؓ موجود تھے، وہ بولے: ''تم لوگ غلط کہہ رہے ہو رسول اللہ ﷺ کے بعد جو سب سے بہتر انسان تھا ہم اسے اس عہد سے پہلے دیکھ چکے ہیں سیدنا عمرؓ کے یہ پوچھنے پر کہ وہ کس کا ذکر کر رہے ہیں، سیدنا عوفؓ نے جواب دیا: ''میری مراد ابوبکرؓ ہے وہی تو ہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل النّاس''۔ اس پر سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''عوف ٹھیک کہتے ہیں اور تم لوگ غلط، ابوبکرؓ مشک و عنبر سے بڑھ کر عطر بیز اور لطیف و نظیف تھے اور میں اپنے پالتو اونٹ سے بھی زیادہ بھٹک جانے کا عادی ہوں''[3]۔

دراصل یہ کہہ کر منکسر المزاج فاروق اعظمؓ اس دور کی جانب اشارہ کر رہے تھے جب سیدنا ابوبکرؓ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اور سیدنا عمرؓ ابھی اس دولت سے بہرہ ور نہ ہوئے تھے۔

سیدنا عمرؓ اعلیٰ درجے کے مردم شناس تھے اور کام کے آدمی کو ہمیشہ نگاہ میں رکھتے تھے۔ سیدنا عمرؓ نے سیدنا عبداللہ بن ارقمؓ کے متعلق فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے بعض کام ان کے سپرد فرمائے اور جب انہوں

---

① ایامِ خلافتِ راشدہ،ص:352-351 ② بحوالہ کنز العمال،ج:2:35269

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

نے وہ کام انجام دیے تو آپ ﷺ نے اس پر اطمینان و مسرت کا اظہار فرمایا۔لہٰذا سیدنا عمرؓ نے ان کی قدر دانی کرتے ہوئے فرمایا: **فَمَا زَالَتْ فِیْ نَفْسِیْ حَتّٰی جَعَلْتُهٗ عَلٰی بَیْتِ الْمَالِ** ''وہ میرے دل میں ہمیشہ رہے یہاں تک کہ میں نے ان کو بیت المال پر (عامل) مقرر کر دیا''[1]۔

ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ کے پاس سیدنا طفیل دوسیؓ کے بیٹے آئے جو کسی جنگ میں زخمی ہوئے تھے اور ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔لہٰذا جب کھانے کا وقت آیا تو وہ سیدنا عمرؓ کے دستر خوان سے الگ جا کر بیٹھ گئے۔ سیدنا عمرؓ نے پوچھا کہ الگ کیوں ہوگئے کیا ہاتھ کٹ جانا کوئی عیب ہے؟ **وَاللّٰهِ لَا اَذُوْقُهٗ حَتّٰی تَسُوْطَهٗ بِیَدِکَ** ''اللہ کی قسم میں کھانے کا ذائقہ بھی نہیں چکھ سکتا جب تک تم خود اس کو اپنے ہاتھ سے استعمال نہیں کرو گے''۔یوں ان کے دل سے جسمانی نقص کی شرمندگی دور کی اور حوصلہ افزائی کر کے ان کا دل بڑھا دیا[2]۔

خیر خواہی

یزید بن الاصم کا بیان ہے کہ اہل شام میں ایک شخص بڑا بہادر اور جری تھا جو اکثر و بیشتر امیر المومنین کی خدمت میں آتا۔ دفعتاً اس کا آنا جانا بند ہوگیا تو سیدنا عمرؓ کے استفسار پر انہیں اطلاع ملی کہ اس آدمی کو شراب نے تقریباً مار دیا، امیر المومنین نے اپنے کاتب کو بلوا کر فوراً یہ الفاظ اس شخص کے لیے لکھوائے:

''خطاب کے فرزند عمر کی جانب سے.... کے نام،

بعد سلام مسنون!

میں تمہاری خاطر تمہاری اصلاح کی خواہش کے ساتھ اس معبودِ برحق کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ **غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ** o گناہ کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا جس کی سزا بے حد سخت اور گراں ہوتی ہے جو فضل اور قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد آپؓ نے اہلِ مجلس سے مطالبہ کیا کہ سب ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ پاک و برتر ذات اس مرد شرابی کی توبہ قبول فرمائے۔جب سیدنا عمرؓ کا خط اس شخص کو ملا تو وہ اسے بغور

---

① الإصابة فى تمييز الصحابة، ج:4، ص:4 ② المنتظم فى تاريخ الملوك والامم، ج:4، ص:155، حياة الصحابة، ج:3، ص:196

پڑھنے لگا، اس نے سوچا، اللہ غافر الذنب ہے۔ گویا اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری مغفرت فرما دے گا۔ پھر اس نے قابل التوب اور شدید العقاب کے الفاظ پر غور کیا اور سوچا کہ گویا اللہ عزوجل نے اس بات سے خوف دلایا ہے کہ اس کی سزا بے حد سخت اور شدید ہے پھر وہ ذی الطّول بھی ہے اور طول کا مطلب فیض عام ہے، پھر اس کے سوا کوئی معبود بھی نہیں اور رجوع اسی کی طرف کرنا ہے۔ اس نے بار باران الفاظ کو پڑھا۔ یہاں تک کہ وہ رونے لگا اور اس نے جام و مینا سے ہاتھ کھینچ لیا۔ سیدنا عمرؓ نے جب یہ ماجرا سنا تو فرمایا:

''جب کبھی تم دیکھو کہ تمہارا کوئی بھائی سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہے تو یہی انداز اختیار کرو یعنی اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو اور اللہ سے یہ آرزو کرو کہ وہ غفور الرحیم ایسے بندہ کی توبہ قبول کر لے اور یہ نہ ہو کہ ایسے آدمی کو بگاڑنے میں تم الٹے شیطان کے معاون و مددگار بنو''[1]۔

امیر المومنین کے عہد میں جب تستر (شیراز کا قصبہ) فتح ہوا اور لوگ یہ خوش خبری لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے پوچھا: ''کوئی اور بات تو قابل ذکر نہیں ہے'' لوگوں نے کہا جی ہاں ایک اور بات ہے وہ یہ کہ ایک شخص مرتد ہو گیا تھا''۔ پوچھا: ''پھر تم لوگوں نے کیا کیا؟'' لوگوں کے یہ بتانے پر کہ انہوں نے اسے ہلاک کر دیا، فرمایا: ''تم لوگ اسے کسی جگہ قید کر دیتے اور اس کو تائب ہونے پر آمادہ کرتے اور اگر وہ پھر بھی باز نہ آتا تو بے شک اس کو قتل کر دیتے۔ اس قدر جلدی کی کیا ضرورت تھی؟ یا اللہ! میں تو اس حادثہ (قتل) کے موقع پر موجود نہ تھا نہ میں اس کا ذمہ دار ہوں اور نہ میں نے اس قتل پر خوشی کا اظہار کیا ہے''[2]۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عمرؓ رات کو ان کے گھر آئے اور فرمایا: ''ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شہر سے باہر ایک قافلہ اترا ہے، لوگ تھکے ماندے ہوں گے۔ آؤ! ہم تم چل کر پہرہ دیں'' چنانچہ وہ دونوں گئے اور رات بھر پہرہ دیتے رہے''[3]۔ یوں آپؓ کا دل ہر لمحہ امت کی خیر خواہی سے لبریز رہتا اور آپؓ ہر وقت امت مسلمہ کی خدمت کے لیے تیار رہتے۔

نصیحت کا انداز

سیدنا عمرؓ جب مسلمانوں کو کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا کرتے تھے یا کسی مصلحت کی وجہ سے انہیں کسی

---

① تفسیر القرطبی، ج:15، ص:291 ② عمر فاروق کے سو قصے، ص:67 ③ حضرت عمرؓ کے سو قصے، ص:22-21

کام سے روکتے تھے تو نصیحت کا آغاز اپنے اہل وعیال سے کرتے تھے اور حکم کی خلاف ورزی پر انہیں دھمکاتے تھے۔ سیدنا سالمؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ منبر پر چڑھتے تھے اور لوگوں کو کسی بات سے منع کرنا چاہتے تو پہلے اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے فرماتے تھے: ''میں نے لوگوں کو ان باتوں سے منع کیا ہے اور سب لوگ ہماری طرف نظریں اٹھا اٹھا کر اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح پرندہ گوشت کی طرف اپنی نظریں جماتا ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے تم میں سے کسی کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا تو میں اس کو دگنی سزا دوں گا''[1]۔

رعب ودبدبہ

سیدنا عمرؓ کی شخصیت کا جلال اللہ کی طرف سے عطا کردہ تھا۔ آپؓ اس قدر پُر وقار و بلند مرتبہ کے حامل تھے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ اور سیدنا خالد بن ولیدؓ جیسے کشور کشا آپؓ کی بلا چون و چرا اطاعت کرتے تھے اور ایسا کرنے میں اپنے آپ کو مجبور پاتے تھے۔ آپؓ اللہ کا حق حاصل کرنے میں بہت سختی سے کام لیتے تھے اور کمزوروں پر مہربان اور شفیق تھے۔ قریش کے ایک بااثر شخص نے ایک بار سیدنا عمرؓ سے کہا: ''آپ کچھ نرم ہو جایئے کہ آپ کی ہیبت نے لوگوں کو لرزا دیا ہے''۔ امیر المومنینؓ نے پوچھا: ''میری ہیبت میں ظلم و جور تو شامل نہیں؟'' کہنے والے نے کہا ''نہیں'' یہ سن کر فرمایا: ''اللہ میری ہیبت اور زیادہ کردے''[2]۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ایک زمانے میں میں عمرؓ سے ایک آیت کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر تقریباً ایک سال تک ان کے رعب کی بدولت مجھے براہِ راست ان سے استفادہ کی ہمت نہ ہوسکی''[3]۔

ایک مرتبہ چند مسلمان سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس آکر کہنے لگے: ''تم سیدنا عمرؓ سے ہمارے بارے میں گفتگو کرو کیونکہ ہم ان سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ ان کی طرف نظر نہیں اٹھا سکتے''۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ ماجرا سیدنا عمرؓ کو سنایا تو وہ فرمانے لگے: ''کیا انہوں نے ایسی بات کہی ہے؟

---

① محض الصواب، ج:3،ص:893، عمر بن خطاب شخصیت اور کارنامے، ص:221

② حیات فاروقِ اعظم، ص:245 ③ بحوالہ صحیح البخاری:4913

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ اس قدر نرم ہوں کہ مجھے اس بارے میں اللہ کا خوف لاحق ہوتا ہے اور ان کے ساتھ اس قدر سخت بھی ہوں کہ اس صورت میں مجھے خوفِ الٰہی لاحق رہتا ہے، اللہ کی قسم! وہ جس قدر مجھ سے ڈرتے ہیں اس سے زیادہ میں اللہ کے آگے ان کے بارے میں جواب دہی سے ڈرتا ہوں''[1]۔

ایک دن سیدنا عمرؓ کسی طرف جا رہے تھے، چند لوگ بھی کچھ فاصلہ پر ان کے پیچھے آ رہے تھے کہ اچانک سیدنا عمرؓ پیچھے مڑے تو عجیب منظر دیکھا کہ تقریباً ہر ایک ان کی ہیبت کی شدت سے گھٹنوں کے بَل گر پڑا، عمرؓ کی آنکھ اس منظر کو دیکھ کر نمناک ہوگئی اور فرمایا: ''الٰہی! تجھے اس امر کا خوب علم ہے کہ جتنا یہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں میں اس سے کہیں زیادہ تیری ہیبت سے خائف رہتا ہوں''[2]۔

بُردباری

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطابؓ کے پاس چند چادریں آئیں، انہوں نے یہ چادریں مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیں۔ ایک چادر اعلیٰ قسم کی نکل آئی، فرمایا کہ اب میں اگر یہ چادر کسی ایک خاص شخص کو دیتا ہوں تو لوگ ناراض ہو جائیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ میں نے کسی ایک شخص کے ساتھ رعایت برتی ہے۔ چنانچہ میں یہ چاہتا ہوں مجھے یہ بتایا جائے کہ تم میں کس کی پرورش امیرانہ ماحول میں ہوئی ہے؟ لوگوں نے سیدنا مسور بن مخرمہؓ کا نام لیا اور سیدنا عمرؓ نے چادر انہیں دے دی۔ مگر جب سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے یہ چادر سیدنا مسور بن مخرمہؓ کے پاس دیکھی تو انہیں یہ بات ناگوار گزری اور وہ امیر المومنین کے پاس شکایت لے کر آئے۔ کہنے لگے: ''تم نے مجھے یہ چادر دی اور میرے بھتیجے مسور کو اس سے بہتر چادر کیوں دی؟'' تو آپؓ نے فرمایا: ''ابو اسحٰقؓ! میں نے یہ پسند نہ کیا کہ یہ قیمتی چادر تم لوگوں کو دوں کہ باہمی رنجش کا باعث ہو۔ اسی لیے میں نے اسے ایک ایسے نوجوان کو دے دی جس کی اٹھان بڑی امیرانہ تھی''۔ سیدنا سعدؓ بولے: ''مگر میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ جو چادر تم نے مجھے دی ہے اسے میں تمہارے سر پر دے ماروں گا''۔ سیدنا عمرؓ نے اپنا سر جھکا دیا اور کہا: ''ابو اسحٰق! میرا سر حاضر ہے لیکن ایک بوڑھے کو دوسرے بوڑھے پر رحم کرنا چاہیے'' اور سیدنا سعدؓ نے سرِ فاروقِ اعظم پر اپنی چادر سے ضرب لگا ہی دی[3]۔

اصبغ بن نباتہ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''میں اور میرے والد اپنے علاقے سے چلے

① عمر فاروقؓ کے سو قصے، ص:68 ② حیات فاروقِ اعظم، ص:243 ③ حیات فاروقِ اعظم، ص:257

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اور صبح ہوتے ہوتے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ صبح صادق کا وقت تھا لوگ نمازِ فجر ادا کر رہے تھے۔ نماز ہو گئی تو لوگ اپنے اپنے کاموں کے لیے نکلے۔ تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ میں درّہ لیے ہمارے سر پر تھا اور میرے والد سے کہنے لگا کہ اس جانور کو بیچو گے؟ اور اس کے بعد جس قیمت پر وہ خریدنا چاہتا تھا میرے والد کو اس قیمت پر راضی کر لیا۔ مول تول کرنے والا یہ شخص سیدنا عمرؓ تھے اس کے بعد سیدنا عمرؓ بازار کا چکر لگانے لگے اور دکان داروں اور اہلِ کاروبار کو معاملات اور لین دین میں اللہ سے ڈرنے کی ہدایت فرمانے لگے۔ آپؓ کبھی بازار کے ایک سرے تک جاتے کبھی دوسرے تک۔ ایک دفعہ وہ میرے والد کے قریب سے گزرے تو میرے والد بولے کہ مجھے رقم ابھی تک نہیں ملی؟ یہی وعدہ تھا آپ کا؟'' امیر المومنین نے خاموشی سے بازار کا ایک اور چکر لگایا پھر میرے والد سے دوبارہ ان کا آمنا سامنا ہو گیا اس بار میرے والد نے اسی بے صبری کے الفاظ دوبارہ دہرائے تو انہوں نے جواب دیا: ''میں جب تک تمہارا مطالبہ نہ دے دوں، جاؤں گا نہیں''۔ تیسری بار سیدنا عمرؓ پھر جب اسی جگہ سے گزرے جہاں میرے والد کھڑے تھے تو انتہائی غیض وغضب میں میرے والد ان پر جھپٹ پڑے اور ان کا گریبان تھام کر کہا ''تم نے مجھ سے جھوٹ بولا، تم نے میرے ساتھ زیادتی کی'' یہ کہہ کر میرے والد ان سے دست و گریباں ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر بہت سے مسلمان میرے والد پر ٹوٹ پڑے اور کہا: ''او خدا کے دشمن! تو نے امیر المومنین سے یہ جسارت کی ہے''۔ سیدنا عمرؓ نے بھی میرے والد کا گریباں اس مضبوطی سے تھاما کہ وہ بالکل بے بس ہو گئے کیونکہ سیدنا عمرؓ بھی بہت شدید اور قوی تھے، پھر سیدنا عمرؓ انہیں لیے لیے ایک قصاب کی دکان پر پہنچے اور اس سے کہا: ''میں نے تم کو قسم دلائی تھی کہ اس شخص کو اس کا حق دے دینا اور مجھے میرا منافع''۔ قصاب نے کہا، ''امیر المومنین! میں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا لیکن میں اس شخص کو اس کا حق دے دیتا ہوں اور آپ کو آپ کا منافع''۔ قصہ یہ تھا کہ سیدنا عمرؓ نے میرے والد سے قصاب کے لیے جانور خریدے تھے۔ میرے والد کو جانور کی قیمت اور سیدنا عمرؓ کو ان کا منافع ملنا تھا۔ چنانچہ جب میرے والد کو ان کا مطالبہ مل گیا تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''تمہیں تمہارا مطالبہ مل گیا؟'' میرے والد نے کہا، ''ہاں'' تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''لیکن ہمارا مطالبہ تم پر اب تک باقی ہے۔ تم نے مجھے زدوکوب کیا اور مکّے رسید کیے اور میں نے جوابی کاروائی کو اللہ کی خاطر ترک کر دیا''۔ اصبغ کہتے ہیں: ''وہ منظر اب تک میری نظروں میں ہے کہ عمرؓ نے اپنے منافع کی ایک ران ایک ہاتھ میں لٹکا رکھی ہے اور دائیں

ہاتھ میں ان کا درّہ ہے۔ وہ پورے بازار سے اسی عالم میں گزر گئے اور اپنے اونٹ پر جا بیٹھے''[1]۔

سیدنا عمرؓ کی عظمت دیکھیے کہ آپؓ خلیفۂ وقت تھے اور برسرِ عام زدوکوب کیے گئے اس کے باوجود اپنی ذات پر کی گئی زیادتی کو معاف کر دیا۔

ایک دن غضب کی گرمی پڑ رہی تھی۔ سیدنا عمرؓ نے چادر سے اپنا سر ڈھانپ رکھا تھا۔ ادھر سے ایک نوجوان ایک گدھے پر سوار آ نکلا سیدنا عمرؓ نے اس سے کہا: ''بیٹا مجھے بھی بٹھا لو'' (آج کل کی اصطلاح میں گویا لفٹ مانگی گئی) نوجوان تیزی سے اپنی سواری سے اتر آیا اور بولا ''امیر المومنین! آپ بیٹھ جائیے''۔ فرمایا: ''ہرگز نہیں! تم بھی بیٹھو گے اور میں بھی تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ دشوار گزار راستے گزر جائیں تو تم بھی سوار ہو جاؤ۔ یعنی تم میرے ساتھ رعایت برتنا چاہتے ہو لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ ہم دونوں اکٹھے سوار ہوں گے''۔ اسی عالم میں سیدنا عمرؓ مدینہ میں داخل ہوئے۔ گدھے کا سوار آگے بیٹھا تھا اور امیر المومنین اس کے پیچھے۔ اہل مدینہ یہ عجیب منظر دیکھ رہے تھے[2]۔

سیدنا عمرؓ کی عاجزی اور انکساری حیرت انگیز تھی۔ یہ واقعات نسلِ انسانی کو یہ سبق سکھاتے ہیں کہ اصل عزت و مرتبہ اعمالِ صالحہ سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ زبردست سواریوں اور شاہانہ تزک و احتشام سے۔

مالی حالت

سلّام بن مسکین کی روایت ہے کہ سیدنا عمرؓ کو جب مالی ضرورت ہوتی تھی تو وہ بیت المال کے خزانچی کے پاس جا کر اس سے کچھ قرض مانگتے تھے۔ بعض اوقات آپؓ بہت زیادہ مقروض ہو جاتے تو بیت المال کا افسر آپؓ کے پاس آ کر سخت تقاضا کرتا، تاہم آپؓ اس کے لیے کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے تھے۔ بعض اوقات آپؓ کی تنخواہ آ جاتی تھی تو آپؓ اپنی تنخواہ میں سے قرض ادا کر دیتے تھے۔ گویا خزانچی کو اتنا اختیار حاصل تھا کہ بلا جھجک وہ خلیفہ سے ادائیگی کا تقاضا کرے[3]۔

---

① حیات فاروقِ اعظم، ص:261-260 ② کنز العمال، ج:12، 35991

③ تاریخ المدینۃ لابن شبۃ، ج:2، ص:703، الزہد لابی داؤد، ج:1، 405

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

فضائلِ عمرؓ

سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں (جنت کا) ایک محل دیکھا جس کے سامنے ایک لڑکی تھی، میں نے پوچھا کس کا محل ہے؟ بتایا گیا: عمر کا! میرے دل میں آیا کہ اندر داخل ہو کر اسے دیکھوں مگر عمر تمہاری غیرت مجھ کو یاد آ گئی'' اس پر عمرؓ نے روتے ہوئے کہا: ''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ ﷺ سے غیرت کروں گا؟''[1]۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بار میں سو رہا تھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے لائے گئے۔ بعض کی قمیص اتنی اونچی تھی کہ چھاتی تک پہنچتی تھی، بعض کی تو یہاں تک بھی نہیں پہنچتی تھی، اور عمرؓ لائے گئے تو ان کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ چلتے ہوئے گھسٹتی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دین''[2]۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا۔ (اسی حالت میں) مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا، حتیٰ کہ میں نے دیکھا تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے پھر میں نے اپنا زائد دودھ عمرؓ کو دے دیا۔'' صحابہ کرامؓ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا: ''علم''[3]۔

فضل و کمال

دنیاوی اور اسلامی دونوں علوم میں آپؓ کو یکساں کمال حاصل تھا۔ فصاحت و بلاغت انشا و خطابت، سپہ گری و بہادری غرضیکہ وہ تمام اوصاف و کمالات جو عرب میں باعثِ شرف سمجھے جاتے تھے، آپؓ کو ان میں وافر حصہ ملا تھا، آپؓ کی بہت سی تقریریں اور تحریریں کتابوں میں محفوظ ہیں جن سے آپؓ کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپؓ کے خطبات آپؓ کی فصاحت و بلاغت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ خلافت کے بعد آپؓ نے جو چند خطبات دیے اُن میں سے چند ایک کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

---

① صحیح البخاری:3679 ② صحیح البخاری:3691 ③ صحیح البخاری:82

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

خطبات سے چند اقتباسات

آپؓ نے حمد وثناء اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! حرص وطمع کے بعض کاموں کا انجام غربت اور مفلسی ہوتا ہے۔ تم وہ (مال) جمع کر رہے ہو جس سے تم فائدہ نہیں حاصل کرو گے۔ تم ایسی امیدیں رکھتے ہو جنہیں تم حاصل نہیں کر سکو گے۔ تم دھوکے اور فریب کے گھر میں آباد ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی الٰہی کے ذریعے تمہاری سب باتیں معلوم ہو جاتی تھیں چنانچہ جس کے دل میں کوئی بات چھپی ہوتی، اس کا علم ہو جاتا تھا مگر اب تم ہمارے سامنے اپنے اچھے اخلاق کا اظہار کرو کیونکہ صرف اللہ ہی چھپے ہوئے کاموں سے زیادہ واقف ہے۔ اب اگر کسی نے بد نیتی کا اظہار کیا اور پھر کہا کہ اس کا باطن اچھا ہے تو ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور جس نے کھلم کھلا اچھے کاموں کا اظہار کیا تو ہم اسے اچھا سمجھیں گے [1]۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بعض قسم کا بخل، نفاق کا ایک حصہ ہوتا ہے اس لیے تم مال خرچ کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو افراد فطری بخل سے نجات حاصل کر لیں گے وہی فلاح و بہبود حاصل کریں گے۔

اے لوگو! تم صاف ستھرے ماحول میں رہو! اپنی اصلاح کرو اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو'' [2]۔

آپؓ کے خطبہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؓ لوگوں کے اخلاق و کردار اور اعمال سنوارنے کے لیے بے حد فکر مند رہتے تھے اور آپؓ کے خطبات میں خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور فانی دنیا سے بے رغبتی نمایاں تھی۔ آپؓ کے مواعظ رعایا کی تربیت اور ایمان میں استقامت کا سبب بنتے تھے۔

☆ اے اللہ کے بندو! تم خواہ محفلوں میں ہو یا تنہا، اللہ کی نعمتوں کو یاد کیا کرو اور اعتراف کے ساتھ شکر ادا کیا کرو۔

علم

سیدنا عمرؓ شاعری کا نہایت بلند اور پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، خود بھی اشعار کہتے تھے مگر بہت کم، ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں آپؓ کے چند اشعار نقل کیے ہیں۔ آپؓ نے عرب کی شاعری کی بڑی اصلاح کی۔

---

① حیات فاروق اعظم، ص: 312-311 ② عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص: 302-301

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

عربی شعرا اشعار میں علانیہ عورتوں کے نام لے کر اپنی عشق و محبت کی داستانیں بیان کرتے اور کسی شریف آدمی کی ہجو کر دینا معمولی بات تھی۔ سیدنا عمرؓ نے ان دونوں باتوں کی ممانعت کر دی۔

علم الانساب کا فن سیدنا عمرؓ کے خاندان میں موروثی چلا آ رہا تھا۔ سیدنا عمرؓ کے والد خطاب اور دادا نفیل دونوں قریش کے علم الانساب کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ یہ فن آپؓ نے اپنے والد سے سیکھا تھا۔ چنانچہ نسب سے متعلق تمام معلومات اپنے والد ہی کے حوالے سے بیان کرتے تھے۔

لکھنے پڑھنے کا شوق آپؓ کو ابتدا سے تھا اور آپؓ اس زمانے سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے جب مکہ میں صرف سترہ آدمی پڑھے لکھے تھے۔

آپؓ کو عبرانی زبان سے بھی واقفیت تھی، ایک مرتبہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے گئے اور پڑھنا شروع کیا، آپؓ پڑھتے جاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا کیونکہ اس وقت تک قرآن پاک کا نزول مکمل نہیں ہوا تھا لہٰذا رسول اللہ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ دوسری آسمانی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ آپ ﷺ کی ناراضگی محسوس کرنے پر سیدنا عمرؓ اس سے فوراً رک گئے اور تورات پڑھنا چھوڑ دی اور فرمایا: رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّاوَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًاوَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔[1]

آپؓ کی نگاہ احکامِ شریعت کے ایسے باریک نکتوں تک پہنچتی تھی جن پر عام صحابہ کرامؓ کی نظر مشکل سے پہنچ سکتی تھی۔ قرآن پاک کے احکام و مسائل میں بڑا غور اور تدبر کرتے، جو پیچیدہ مسائل حل نہ ہوتے تو انہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے، کلالہ کی وراثت کا مسئلہ آپؓ نے اتنی مرتبہ پوچھا کہ بالآخر آپ ﷺ نے فرمایا: اس بارے میں النساء کی آخری آیت کافی ہے[2]۔

اگرچہ آپؓ کا شمار کثیر الروایہ صحابہ کرامؓ میں نہیں ہے اور آپؓ کی کل مرفوع روایات کی تعداد سترہ ہے لیکن حدیث کے علم میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا۔ قلتِ روایت کا سبب آپؓ کی شدتِ احتیاط تھی ورنہ علمِ حدیث میں وہ کسی بڑے سے بڑے محدث صحابیؓ سے کم نہ تھے، اپنے زمانے میں انہوں نے جتنے احکام صادر فرمائے وہ سب احادیث پر مبنی تھے۔

فقہ میں آپؓ کا مقام نہایت بلند تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن

---

① مشکوٰۃ المصابیح: 194　② تفسیر ابن جریر، ج:6، ص:25

مسعودؓ جو اساطینِ فقہ میں سے ہیں آپؓ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔آپؓ کے زمانے میں ہزاروں نئے مسائل پیش آئے،آپؓ نے انہیں اپنی قوتِ اجتہاد سے حل کیا[1]۔

صائب الرائے

آپؓ کی ذہانت اور اصابتِ رائے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ آپؓ کی بہت سی آراء کو تائیدِ الٰہی حاصل ہوئی جو کہ درج ذیل ہیں:

اسیرانِ بدر کا معاملہ

مسلمانوں نے جنگِ بدر میں کفار و مشرکین کے ستر آدمی گرفتار کیے۔ان قیدیوں کے بارے میں دیگر مسلمان صحابہ کرامؓ کی رائے تھی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے لیکن سیدنا عمرؓ کی رائے ان کے برعکس تھی کہ سب قیدیوں کو قتل کر دینا چاہیے تا کہ کفر اور شرک کی جڑ کٹ جائے۔نیز ہر مہاجر مسلمان خود اپنے کافر رشتہ دار قیدی کو موت کے گھاٹ اتارے چونکہ پہلے مسلمانوں کے لیے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کی رخصت وحی کے ذریعے مل چکی تھی لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اہلِ اسلام سے مشورہ کرنے کے بعد فدیہ لے کر ان قیدیوں کو رہا کر دیا۔البتہ اس واقعے کے بعد وحی نازل ہوئی جس میں سیدنا عمرؓ کی رائے کو تائیدِ الٰہی حاصل ہوئی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

”کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو حالانکہ اللہ کے پیشِ نظر آخرت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے“[2]۔

پردے کا حکم

سیدنا عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ آپ کی خدمت میں ہر قسم کے لوگ حاضر ہوتے

---

① عوارف المعارف علی حاشیہ احیاء العلوم ،ج 3،ص:59 ② الانفال:67

ہیں، بہتر ہے کہ آپ ازواجِ مطہراتؓ کو پردہ کا حکم دیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا کیونکہ آپ ﷺ وحیِ الٰہی کے بغیر کوئی حکم نہیں دیتے تھے۔ امہات المومنین رات کو قضائے حاجت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ ایک روز سیدہ سودہؓ جو طویل قامت تھیں قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لائیں تو سیدنا عمرؓ ان کو دیکھ کر بولے: ''سودہ ہم نے آپ کو پہچان لیا''۔ مقصد یہ تھا کہ پردے کا حکم نازل ہو۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں تو ستائی نہ جائیں اور اللہ غفور رحیم ہے''[1]۔

حرمتِ شراب کا معاملہ

مکہ کے مسلمانوں کو نبیذ کا شوق تھا اور ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی چند سال تک مسلمان شراب نوشی کرتے رہے۔ سیدنا عمرؓ نے محسوس کیا کہ شراب لوگوں میں غضب و ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اس بارے میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا لیکن اس وقت تک شراب کی ممانعت میں وحی کا نزول نہیں ہوا تھا اس لیے سیدنا عمرؓ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں کچھ بتا۔ چنانچہ بتدریج حرمتِ شراب کے متعلق آیات نازل ہوئیں:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا ؕ

''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہو! ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی مگر ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے''[2]۔

مگر اس آیت میں شراب کی مکمل ممانعت نہیں تھی لہٰذا کچھ عرصے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ...۝

---

① الاحزاب:59 ② البقرة:219

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو جو تم کہہ رہے ہو...‘‘[1]۔

اس وحی کے بعد مسلمانوں نے شراب پینا کم تو کر دی لیکن بند نہ کی بلکہ اس کے پینے کے اوقات تبدیل کر لیے اور کچھ لوگوں میں اس کے اثرات قائم رہے۔ پھر وحی نازل ہوئی اور مکمل طور پر شراب حرام کر دی گئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بے شک شراب اور جوا اور آستانے اور پانسے کے تیر سب گندے ہیں (اور) شیطان کے عمل سے ہیں لہٰذا تم ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا سکو‘‘[2]۔

مقامِ ابراہیم جائے نماز

اسی طرح سیدنا عمرؓ نے آپ ﷺ سے مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانے کی درخواست کی تو وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ’’مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لو‘‘[3] نازل ہوئی یعنی مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھنے کی ہدایت کی گئی اور مسلمان طواف کے بعد اس مقام پر دو نفل لازماً طور پر ادا کرتے ہیں گویا اس معاملے میں بھی ان کو تائید الٰہی حاصل ہوئی۔

اذان کا طریقہ

سیدنا عمرؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ نمازیوں کو بلانے کے لیے اذان کے طریقے میں بھی ان کا خواب اور رائے شامل تھی۔ یہ وہ چند مواقع ہیں جن پر سیدنا عمرؓ نے کچھ سوچا اس کی تائید و تصدیق وحیِ الٰہی سے کر دی گئی۔

زُہد وقناعت

آپؓ کی کتابِ اخلاق کا سب سے روشن باب زہد وقناعت، سادگی اور تواضع ہے۔ آپؓ کا زہد اکابر صحابہؓ میں تسلیم شدہ تھا۔ سیدنا طلحہؓ نے فرمایا: اسلام میں سبقت اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو

---

① النسآء:43 ② المائدۃ:90 ③ البقرۃ:125

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

عمر بن خطابؓ پر فضیلت حاصل ہے لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے تھے۔حکومت کے تخت پر بیٹھ کر جس زہد وقناعت کا نمونہ آپؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا،اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

آپؓ کی زندگی کا ایک رخ یہ ہے کہ ایران کی جانب فوجیں بھیج رہے ہیں،قیصروکسریٰ کے سفیروں سے معاملہ درپیش ہے،سیدنا خالد بن ولیدؓ اور سیدنا امیر معاویہؓ جیسے بااثر اور بڑے افسروں سے باز پرس ہو رہی ہے،فاتحِ ایران اور مصر کے نام فرامین جاری ہو رہے ہیں۔دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر پیوند لگے کپڑے ہیں،سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں بوسیدہ چپل ہے۔اسی حالت میں بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرنے کے لیے کندھے پر مشک ہے یا کسی مسجد کے گوشے میں کام سے تھک کر فرش خاک پر سو جاتے ہیں۔گویا ان کا طرزِ عمل تبلیغ کا مؤثر ذریعہ تھا اور کہے بغیر ہی لوگوں کا دل اسلام کی طرف مائل ہو جاتا۔

قوتِ ایمانی

زمانۂ خلافت میں جب حج پر گئے تو اتباع سنت رسول ﷺ میں حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا:''میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا''[1]۔

حدیبیہ کے مقام پر جس درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے بیعتِ رضوان کی تھی بعد میں لوگوں نے اس درخت کو تقدس اور احترام کا مرتبہ دیتے ہوئے وہاں نوافل پڑھنا شروع کر دیے۔سیدنا عمرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس درخت کو کٹوا دیا تا کہ شرک و بدعت جنم ہی نہ لے[2]۔

ان کے عہد میں ایک مرتبہ شدید قسم کی خشک سالی ہوگئی تو ایک دن سیدنا عمرؓ قوم کو لے کر شہر سے باہر نکل آئے اور سب سے پہلے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر اپنی چادر کے بائیں حصّہ کو دائیں جانب اور دائیں حصّہ کو بائیں جانب الٹ کر اپنے ہاتھ پھیلائے اور کہا:''اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور تجھ سے اپنے کھیتوں کے لیے پانی مانگتے ہیں''۔ ابھی آپ اپنی جگہ سے ہلے بھی نہ

---

① کنز العمال،ج:5، 12507,12508 ② حیات فاروق اعظم،ص:224

تھے کہ بادل گھر آئے۔ تھوڑی ہی دیر میں کچھ صحرانشین آپہنچے۔ ان لوگوں نے کہا: ''امیرالمومنین فلاں فلاں وقت ہم اپنے صحرا میں تھے کہ دفعتاً ہم پر ایک بادل نے سایہ کرلیا اور ہم نے اس بادل کے اندر سے یہ آواز سنی: ''ابوحفص مدد آپہنچی، ابوحفص مدد آپہنچی''۔ ابوحفص سیدنا عمرؓ کی کنیت تھی۔ گویا ان کی دعا فوراً قبول ہوئی۔ انہوں نے توبہ استغفار کرنے کے بعد لوگوں سے فرمایا تھا کہ میں نے (استغفار کرکے) آسمان کا وہ دروازہ کھٹکھٹایا ہے جس سے بارش نازل ہوتی ہے[1]۔

---

① بحوالہ کنزالعمال، ج:8، 232538-23534

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

شہادت عمرؓ

’’مدینہ منورہ میں ابولؤلؤ فیروز نامی پارسی غلام رہتا تھا۔ایک دن اس نے سیدنا عمرؓ سے شکایت کی کہ میرے آقا سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ نے مجھ پر بہت بھاری محصول عائد کیا ہے آپؓ کم کروا دیں۔سیدنا عمرؓ نے رقم پوچھی تو اس نے دو درہم بتائے۔سیدنا عمرؓ نے اس کا پیشہ پوچھا تو وہ بولا نجاری، نقاشی اور آہن گری، اس پر آپؓ نے فرمایا: ’’یہ رقم اس لحاظ سے کچھ زیادہ نہیں‘‘۔یہ سن کر وہ دل میں بہت ناراض ہوا۔ پھر سیدنا عمرؓ نے اس سے پوچھا: ’’میں نے سنا ہے تم بہت اچھی پن چکی بناتے ہو‘‘۔یہ سن کر وہ بولا آپؓ کے لیے تو ایسی پن چکی بناؤں گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔وہاں سے ہٹتے ہی سیدنا عمرؓ نے اپنے ساتھی سے کہا: ’’اس نے مجھے قتل کرنے کی دھمکی دی ہے‘‘۔اگلے دن فجر کی نماز کے دوران ابولؤلؤ فیروز نے گھات سے نکل کر خنجر کے کئی وار سیدنا عمرؓ پر کیے‘‘۔سیدنا عمرؓ کہا کرتے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِی فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ ﷺ

’’اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور میری موت اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مقرر کر دے‘‘[2]۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ گویا وہ خنجر سیدنا عمرؓ کو نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے سینے کو چیرتا ہوا گزر گیا۔ ’’زخم اتنا شدید تھا کہ سیدنا عمرؓ لہولہان ہو گئے لہٰذا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو کھینچ کر امامت کی جگہ کھڑا کر دیا۔صحابہ کرامؓ نماز کے بعد آپؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے۔گھر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جو سوال انہوں نے پوچھا وہ یہ تھا: ’’کیا تمام مسلمانوں نے نماز ادا کی؟‘‘ لوگوں نے جواب دیا: ہاں! پھر پوچھا: ’’قاتل کون تھا؟ کہیں مسلمانوں میں سے تو نہیں تھا؟‘‘ لوگوں نے جواب دیا: نہیں! تو شکر ادا کیا کہ کسی مسلمان نے انہیں قتل نہیں کیا۔ادھر ابولؤلؤ نے مسجد سے نکل کر کئی لوگوں کو زخمی کیا اور کلیب ابن ابی بکر لیثی کو شہید کر دیا، بعد میں یہ قاتل گرفتار ہوا لیکن اس نے خودکشی کر لی‘‘[3]۔

---

① صحیح البخاری:3700، الطبقات الکبریٰ، ج:3،ص :345،حیات فاروقِ اعظم،ص:380

② صحیح البخاری:1890

③ صحیح البخاری:3700، الطبقات الکبریٰ، ج:3،ص :345،حیات فاروقِ اعظم،ص:380

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

جانشین کے تقرر کا مسئلہ

جب سیدنا عمر بن خطابؓ کو لوگوں نے شدید زخمی دیکھا تو آپؓ سے کہا گیا: ''اے امیر المومنین! آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیں''۔ آپؓ نے فرمایا: میں کس کو خلیفہ مقرر کروں؟ اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ مقرر کرتا۔ اگر میرا پروردگار (قیامت کے دن) مجھ سے سوال کرتا تو جواب دیتا: میں نے تیرے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ اگر ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام سالمؓ زندہ ہوتے تو میں انہیں بھی خلیفہ مقرر کر سکتا تھا۔ اگر میرا رب ان کے بارے میں سوال کرتا تو میں یہ عرض کرتا ''میں نے تیرے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ سالم اللہ سے بہت محبت کرتے ہیں''۔ ایک شخص نے کہا: ''میں آپ کے سامنے عبداللہ بن عمرؓ کا نام پیش کرتا ہوں''۔ آپؓ نے فرمایا: ''اللہ تمہیں غارت کرے! اللہ کی قسم! میں نے کبھی اس قسم کی آرزو نہیں کی۔ تم پر افسوس ہے کہ میں کیسے اس شخص کو خلیفہ بنا سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو (صحیح اور شرعی طریقہ سے) طلاق دینے سے عاجز رہا ہو۔ ہمارے خاندان کا تمہارے (سیاسی) کاموں سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں نے خود اپنے لیے یہ منصب پسند نہیں کیا تو میں اپنے خاندان کے کسی فرد کے لیے اس کی خواہش کیوں کروں؟۔ اگر یہ خلافت اچھی ہے تو ہم نے اس کو حاصل کر لیا ہے اور اگر یہ بری ہے تو عمر کے خاندان کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے ایک فرد سے اس کا محاسبہ ہو اور صرف اسی سے امتِ محمدی ﷺ کے کاموں میں جواب طلب کیا جائے۔ تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ میں نے امورِ خلافت سرانجام دینے میں مقدور بھر کوشش کی اور اپنے گھر والوں کو دنیا کی نعمتوں سے محروم رکھا۔

اگر میں مساوی حالت میں بھی چھوٹ جاؤں کہ نہ تو مجھ پر بارِ گناہ ہو اور نہ ثواب، تو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔ تم یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نامزد کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (سیدنا ابو بکرؓ) نے بھی خلیفہ نامزد کیا تھا اور اگر میں کسی کو بھی نامزد نہ کروں تو مجھ سے بہتر شخصیت (سیدنا رسول اللہ ﷺ) نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔ (ہر حالت میں) اللہ اپنے دین (اسلام) کو تباہ و برباد نہیں ہونے دے گا۔

یہ باتیں سن کر لوگ چلے گئے۔ پھر واپس آ کر کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! آپ کوئی معاہدہ لکھ

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

دیں''۔ آپؓ نے فرمایا: ''میں نے اس گفتگو کے بعد پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ غور وفکر کے بعد تمہارا حاکم ایسے قابل ترین فرد کو مقرر کروں جو تمہیں حق وصداقت کی طرف لے جائے۔ مگر اس دوران میں مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس باغ میں داخل ہوا جو اس نے لگایا تھا۔ وہ ہر ترو تازہ اور پختہ پھل توڑنے لگا اور اسے اپنے نیچے جمع کرنے لگا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے کاموں پر غالب رہے گا اور عمر کو موت عطا کرے گا لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ میں مرنے کے بعد بھی اس بارِ خلافت کا ذمہ دار رہوں''۔

''تمہارے سامنے وہ گروہ ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ ضرور بہشت میں داخل ہوں گے۔ پھر جب تم لوگ اپنے میں سے کسی شخص کا انتخاب کرلو اور خلیفہ مقرر کرلو تو اس کی بھرپور حمایت کرو اور اس کے ساتھ مکمل تعاون کرو۔ اگر وہ تمہارے سپرد کوئی کام امانت کے طور پر کرے تو تمہیں اس امانت کو پوری طرح ادا کرنا چاہیے''۔

وصیتیں

اگلے دن صبح کے وقت سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سیدنا زبیر بن عوامؓ کو بلوایا اور فرمایا: ''میں نے غور کرنے کے بعد تمہیں مسلمانوں کا سردار اور راہ نما پایا کیونکہ سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ دونوں عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں، سیدنا زبیر بن عوامؓ رسول اللہ ﷺ کے حواری ہیں اور ان کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور سیدنا طلحہ بن عبید اللہؓ الخیر ہیں۔ لہٰذا یہ معاملۂ خلافت تمہارے اندر رہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ تم لوگوں سے مطمئن اور خوش تھے۔ اگر تم راہِ راست پر رہے تو مجھے عوام کے بارے میں تمہارے خلاف کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ اس بات کا خدشہ ضرور ہے کہ تم آپس میں اختلاف کرو گے اور اس کی وجہ سے عوام میں بھی اختلاف پیدا ہوگا۔ لہٰذا سیدہ عائشہؓ سے اجازت لے کر ان کے حجرہ کے قریب جا کر آپس میں صلاح ومشورہ کرو اور اپنی جماعت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو! مگر سیدہ عائشہؓ کے حجرہ کے اندر نہ جانا بلکہ اس کے قریب رہنا''۔

اس کے بعد آپؓ نے تکیہ پر سر رکھا تو خون جاری تھا۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

یہ سب لوگ اندر چلے گئے اور مشورہ کرنے لگے تو ان کی آواز بلند ہونے لگی۔ جب آپؓ نے یہ آواز سنی تو ہوش میں آ کر فرمایا: ''فی الحال تم (مشورہ سے) کنارہ کشی کرو۔ جب میں مر جاؤں گا تو تین دن تک صلاح مشورہ کرو۔ اس عرصہ میں سیدنا صہیبؓ نماز پڑھائیں گے! مگر چوتھے دن سے پہلے تم میں سے کوئی نہ کوئی امیر یا خلیفہ ضرور مقرر ہو جانا چاہیے۔ اس مجلس میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ (سیدنا عمرؓ کے بیٹے) صرف مشیر کی حیثیت سے شریک ہوں گے اور ان کا اس انتخاب کے معاملے میں کوئی دخل نہیں ہو گا۔ سیدنا طلحہؓ تمہارے معاملے میں شریک ہوں گے، اگر تین دن کے اندر آجائیں تو انہیں اپنے معاملے میں شریک کر لینا اور اگر تین دن گزر جائیں اور وہ نہ آئیں تو تم خود ہی اس معاملے کے بارے میں فیصلہ کر لینا۔ تاہم طلحہؓ کے بارے میں مجھے کون اطمینان دلائے گا؟'' سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا: ''میں ان کا ذمہ لیتا ہوں۔ ان شاء اللہ وہ مخالفت نہیں کریں گے''[1]۔

ولیم میور کے مطابق اس کے بعد آپؓ نے اپنے بعد آنے والے خلیفہ کے لیے ہدایات ان الفاظ میں چھوڑیں:

"Tell it to him who shall succeed as my last bequest that he be kind to the men of the city which gave to us and to the faith a home; that he make much of their virtues, and pass lightly by their faults,Bid him, treat well the Arab tribes; verily they are the back bone of Islam.And the Jews and Christians, let him faithfully fulfil the covenant of the prophet (SAW) with them.O Lord, I have finished my course. and now to him that cometh after me,I leave the kingdom firmly established and at peace."[2]

''میرے بعد آنے والے جانشین (خلیفہ) کو کہنا کہ میری آخری وصیت کے طور پر اس شہر (مدینہ) کے باشندوں سے مہربانی سے پیش آئے کہ انہوں نے دینِ اسلام کو مسکن عطا کیا۔ ان کی خوبیوں کو سراہے اور ان کی غلطیوں سے درگزر کرے۔ اسے تاکید کرنا کہ عرب قبائل سے حسنِ سلوک کرے کہ وہ اسلام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کیے ہوئے معاہدوں کی تکمیل اور پاسبانی کرے۔ اے اللہ! میں نے اپنا کام مکمل کیا اور جو میرے بعد آئے گا اس

---

① سیدنا عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:815-818

② William Muir, The Caliphate P:196

کے لیے میں نے مملکت کو مضبوط بنیادوں اور امن و ایمان پر قائم کر کے چھوڑا''۔

ساڑھے دس سال کی خلافت کے بعد دنیا سے رخصتی کا وقت آ چکا تھا۔ ساری عمر نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرتے رہے۔ زندگی اسی دوڑ دھوپ میں گزاری کہ رضائے الٰہی حاصل ہو اور آخری وقت میں بھی اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا: ''مجھے معمولی کپڑے کا کفن دینا اگر اللہ کے نزدیک مجھ میں کوئی بھلائی ہوئی تو وہ اسے اچھے لباس سے بدل دے گا اور اگر اس کے برعکس ہوا تو یہ بھی مجھ سے چھین لے گا''۔

پھر کہا: ''سیدہ عائشہؓ کو جا کر کہو عمر سلام کہتا ہے، یہ نہ کہنا کہ امیر المومنین سلام کہتے ہیں کیونکہ آج میں مسلمانوں کا امیر نہیں لہٰذا انہیں سلام کہو اور کہو کہ اپنے حجرے میں مجھے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دیں''۔ ان کے بیٹے جب سیدہ عائشہؓ کے پاس پہنچے تو وہ اس المناک واقعہ پر رو رہی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن ان کو میں اس جگہ دفن ہونے کی اجازت دیتی ہوں۔ پیغام سن کر بیٹے نے سیدنا عمرؓ کو بتایا تو انہوں نے کہا: ''ہوسکتا ہے کہ عائشہؓ نے کسی مروّت میں اجازت دے دی ہو کیونکہ میں ابھی زندہ ہوں۔ جب میں مر جاؤں تو ان سے دوبارہ اجازت لینا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتا ہے۔ اگر اجازت دے دیں تو وہیں دفن کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے عام مسلمانوں کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا''۔

سیدنا عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے شہادت کی بشارت زندگی میں ہی دے دی تھی اور وہ خود بھی اپنے لیے شہادت کی دعا کرتے تھے۔ یوں ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ شہید ہو گئے۔

جب سیدنا عمرؓ کو غسل اور کفن دے دیا گیا تو سیدنا علیؓ تشریف لائے انہوں نے سیدنا عمرؓ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور فرمایا: ''اے ابو حفصؓ! اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے نبی ﷺ کے بعد آپؓ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں کہ میں آپ جیسے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ سے ملنا پسند کروں''۔ یعنی آپ جیسا اچھا اعمال نامہ میرا بھی ہو۔

سیدنا عبداللہ بن سلامؓ نے آپؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عمرؓ! تم بہترین اسلامی بھائی تھے۔ تم حق میں سخی تھے اور باطل میں سخت، تم پاک نظر تھے، عالی ظرف تھے۔ نہ مدح کرنے والے تھے، نہ غیبت کرنے والے''۔

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''عمرؓ اسلام کے لیے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ لوگ اس میں داخل تو ہوتے مگر اس سے نکلتے نہ تھے۔ عمرؓ کی وفات سے اس قلعے میں دراڑ پڑ گئی۔ واللہ! اگر میں جان لیتا کہ عمرؓ کسی کتے سے محبت کرتے تھے تو میں بھی اس سے ضرور محبت کرتا۔ سیدنا عمرؓ کا اسلام لانا بذاتِ خود ایک نصرت و فتح کا باب تھا۔ آپ کا مدینہ جانا اسلام کے لیے زبردست ثابت ہوا۔ آپ کا دورِ خلافت امت کے لیے رحمت تھا''۔

ان تعریفی کلمات کے بعد ان کا جنازہ اشک بار نگاہوں کے ساتھ ان کی وصیت کے مطابق سیدہ عائشہؓ کے گھر کے باہر لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ عمرؓ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ انہوں نے اجازت دی اور بالآخر سیدنا عمرؓ کو سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکرؓ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ سیدنا حسان بن ثابتؓ نے کہا: ''یہ تینوں زندگی میں بھی جدا نہ ہوئے اور موت کے بعد بھی اکٹھے ہی رہے''[1]۔

ان کی وفات امت کے لیے صدمۂ عظیم تھی۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم مؤرخ بھی اس کو ناقابلِ تلافی غم قرار دیتے ہیں اور اسی سلسلے میں ولیم میور کہتے ہیں:

So died Umar (rz) next to the Prophet (Saw), the greatest in the kingdom of Islam. The muslim analysts may well sigh as bidding farewell to the strong and single minded Caliph.[2]

''تو عمرؓ فوت ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اسلامی مملکت کے عظیم ترین انسان تھے۔ مسلمان تجزیہ نگاروں کو اس قوی، مضبوط اور یکسو خلیفہ کو الوداع کہتے ہوئے آہیں بھرنی چاہئیں''۔

سیدنا عمرؓ ایک ایسی جامع کمالات ہستی تھی کہ ان کے کمالات اور اوصاف کا احاطہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ انہیں ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ وہ دعائے مصطفیٰ ﷺ کا جواب تھے۔ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کی وسیع و عظیم سلطنت کا مقتدر سربراہ ہو کر بھی شہنشاہی خُو بُو سے دور، کبر و نخوت سے خالی، پیوند لگا لباس پہن کر مسجد کے ننگے فرش پر سونے والے یہ عظیم انسان اختیارات اور قوت و شوکت کے لحاظ سے اپنے وقت کے سب سے بڑے فرمان روا تھے۔ دشمن ان کا نام سن کر کانپتے تھے لیکن وہ اپنی ذمہ داریوں

① سیدنا عمر بن خطاب، شخصیت اور کارنامے، ص:818-815 ② William Muir, Rise and Fall of Caliphate

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

کے احساس کے بوجھ تلے دبے متفکرانہ زندگی گزارتے تھے۔ رعایا چین سے سوتی اور وہ رعایا کے معاملات کی فکر میں راتوں کو بھی جاگتے تھے۔ وہ مسجد نبوی کے فرش پر بیٹھ کر اہل شوریٰ سے صلاح ومشورے کرتے، لوگوں کی شکایتیں سنتے اور ان کا ازالہ کرتے، قیصر وکسریٰ کے سفیر بھی وہیں آ کر ملاقات کرتے اور ان کی سادگی، بے نفسی اور شان وشوکت سے عاری زندگی کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔

بیک وقت ایک عظیم فاتح وکشور کشا، رعایا پرور، عدل وانصاف کو بلا رو رعایت نافذ کرنے والے، خدا ترس، زاہد و پاک باز، وسیع العلم، قرآن وسنت کی روح کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے، خوفِ خدا سے اس قدر رونے والے اشخاص تاریخ میں کم ہی ملتے ہیں۔ انہوں نے دس سال کی مختصر مدت میں قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور عرب بدوؤں اور شتر بانوں کو قیصر وکسریٰ کا جانشین بنا دیا۔ وہ کارنامے سرانجام دیے جو بڑی منظّم حکومتوں کے لیے بھی انتہائی دشوار تھے۔ تاریخ میں اولوالعزم پیغمبروں کے بعد ایسے انسان کم ہی دکھائی دیتے ہیں۔

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

خانگی زندگی

سیدنا عمرؓ نے کئی شادیاں کیں۔ پہلا نکاح قبل از اسلام سیدہ زینب بنت مظعونؓ سے ہوا۔ ام المومنین سیدہ حفصہؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ انہی کی اولاد ہیں۔ سیدنا زینبؓ مکہ ہی میں ایمان لائیں اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ سیدہ زینبؓ سابقینِ اسلام سیدنا عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں اور اسلام لانے والوں میں ان کا چودھواں نمبر تھا۔

قبل از اسلام ہی آپؓ کا دوسرا نکاح ملیکہ بنت بزول خزائی سے ہوا۔ ملیکہ اسلام نہیں لائیں اس لیے ۲ ہجری میں آپؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ عبیداللہ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

آپؓ نے تیسرا نکاح قریبتہ بنت ابی امیہ مخزومی سے کیا۔ انہیں بھی اسلام نہ لانے کے باعث طلاق دے دی۔ قریبتہ، ام المومنین ام سلمہؓ کی بہن تھیں۔

مدینہ میں آ کر آپؓ نے 7 ہجری میں سیدنا عاصم بنت ثابتؓ جو بدری صحابی تھے، ان کی بیٹی جمیلہؓ سے نکاح کیا۔ ان کا پہلا نام عاصیہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا تھا۔ بعد میں آپؓ نے ان کو بھی کسی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔

عاتکہ بنت زیدؓ بھی آپؓ کی زوجہ تھیں اور رشتہ میں ان کی چچا زاد بھی تھیں۔ ان کا نکاح پہلے سیدنا ابوبکرؓ کے بیٹے سیدنا عبداللہؓ سے ہوا تھا۔ غزوۂ طائف میں ان کی شہادت کے بعد سیدنا عمرؓ نے 12 ہجری میں ان سے نکاح کیا۔

آپؓ نے آخری عمر میں ام کلثوم بنت علی بن طالبؓ سے نکاح کیا۔ ان سے رقیہ اور زید پیدا ہوئے۔ ام کلثوم، علی بن ابی طالبؓ اور فاطمہؓ بنت رسول ﷺ کی بیٹی ہیں اس حوالے سے سیدنا عمرؓ رشتہ میں سیدنا علیؓ کے داماد بھی تھے[1]۔ اس رشتے کی تصدیق بخاری کی روایت سے بھی ملتی ہے کہ ایک دفعہ عمر بن خطابؓ نے مدینے کی عورتوں میں چادریں تقسیم کیں۔ ایک عمدہ قسم کی چادر بچ گئی۔ حاضرین میں سے کسی نے فاروق اعظمؓ کو مخاطب کر کے کہا: ''یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی نواسی ام کلثوم کو دے دیجیے جو آپ کے عقد میں ہیں۔ ان کا اشارہ ام کلثوم بنت علی کی طرف تھا''[2]۔

---

① حیات فاروقِ اعظم، ص:433-432 ② صحیح البخاری:4071

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

ذریعۂ معاش

سیدنا عمرؓ کا ذریعۂ معاش اسلام سے قبل بھی اور اسلام کے بعد بھی تجارت ہی رہا۔ خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو ثمغ نامی زمین عطا کی تھی اور اسی نام کی ایک اور زمین بھی انہوں نے ایک یہودی سے خرید لی تھی پھر یہ دونوں زمینیں انہوں نے کارِ خیر کے لیے وقف کر دی تھیں[1]۔

آپ ﷺ سے شرفِ رشتہ داری

جنگِ احد کے بعد سیدنا عمرؓ کی بیٹی سیدہ حفصہؓ بیوہ ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا یوں سیدنا عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا سسر بننے کا بھی شرف حاصل ہو گیا[2]۔

---

① مسند احمد (ت شاکر)، ج:5، 6078، السنن الصغیر للبیهقی، ج:2، 2222,2223، سنن الدار قطنی، ج:5، 4425، المسندالموضوعی الجامع للکتب، ج:14، ص:446 ② صحیح البخاری: 5122

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

اولادِ عمرؓ

سیدنا عمرؓ کثیر الاولاد تھے۔ آپؓ کی صاحبزادی ام المومنین سیدہ حفصہؓ ان میں اس لیے ممتاز ہیں کہ وہ ام المؤمنین بھی تھیں۔

سیدہ حفصہؓ: آپؓ کا پہلا نکاح سیدنا خنیس بن حذافہؓ سے ہوا جو مہاجر صحابی تھے۔ غزوۂ احد میں خنیسؓ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے 3 ہجری میں آپؓ سے عقد کیا۔ آپؓ پڑھنا لکھنا جانتی تھیں نیز آپؓ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ آپؓ کا انتقال 63 برس کی عمر میں 45 ہجری میں مدینہ میں ہوا۔

سیدنا عمرؓ کے بیٹوں میں سیدنا عبداللہؓ، سیدنا عبیداللہ، سیدنا عاصمؓ، ابوشحمہ، عبدالرحمٰن، سیدنا زیدؓ اور مجیر شامل ہیں۔ ان میں سیدنا عبداللہؓ، سیدنا عبیداللہ اور سیدنا عاصمؓ زیادہ نامور ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ: آپؓ مکہ میں سیدنا عمرؓ کے ساتھ ایمان لائے اور بیشتر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فقہ اور حدیث کے بڑے رکن تسلیم کیے جاتے ہیں۔ بخاری اور مسلم میں آپؓ کی روایات بکثرت ملتی ہیں وہ حدیث جو سیدنا عبداللہ بن عمرؓ آپ ﷺ سے روایت کریں اُسے ''سلسلۃ الذہب'' کہتے ہیں۔ آپؓ عبادت گزار اور انتہائی حق گو تھے۔ سنتوں کا اتباع کرنے میں آپؓ بے مثال تھے۔ ایک دفعہ حجاج بن یوسف کعبہ میں خطبہ پڑھ رہا تھا، آپؓ نے اسی وقت کھڑے ہو کر کہا: ''یہ اللہ کا دشمن ہے کیونکہ اس نے اللہ کے دوستوں کو قتل کیا ہے''۔ حجاج نے ایک شخص کو آپؓ کے پیچھے لگا دیا جس نے آپؓ کو زخمی کر دیا۔ اس زخم سے بیمار ہو کر آپؓ نے وفات پائی۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے سالم، مدینہ کے ان سات فقہا میں سے ہیں جن پر حدیث اور فقہ کا دارومدار تھا۔ ان فقہائے سبعہ کے بغیر کوئی قاضی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

سیدنا عبیداللہ بن عمرؓ: آپؓ شجاعت اور پہلوانی میں مشہور تھے۔

سیدنا عاصم بن عمرؓ: آپؓ بلند قامت، نہایت پاکیزہ نفس اور عالم و فاضل تھے۔ آپؓ بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ عمر بن عبدالعزیز انہی کے نواسے تھے۔ آپؓ نے 7 ہجری میں وفات پائی۔[1]

---

① حیات فاروق اعظم، ص: 434-431

© ALHUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

اوّلیاتِ عمرؓ

سیدنا عمرؓ نے ہر صیغہ میں جونئی باتیں ایجاد کیں مؤرخین انہیں اولیاتِ عمرؓ کہتے ہیں، ان کی فہرست یہ ہے: 1. عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کیے 2. امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ 3. فوجی دفتر ترتیب دیا۔ 4. فوجیوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ 5. دفتر مال قائم کیا۔ 6. پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔ 7. دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا۔ 8. حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ 9. جیل خانہ قائم کیا۔ 10. فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ 11. گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مخنث کی تمیز قائم کی۔ 12. راہ پر پڑے ہوئے بچوں کی پرورش کے لیے روزینے مقرر کیے۔ 13. پرچہ نویس مقرر کیے۔ 14. قاعدہ بنایا کہ اہلِ عرب غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ 15. مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کیے۔ 16. مکاتب قائم کیے۔ 17. معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کیے۔ 18. سیدنا ابوبکرؓ سے باصرار کلام اللہ کی تدوین کرائی۔ 19. قیاس کا اصول قائم کیا۔ 20. فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا۔ 21. نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔ 22. تین طلاقیں اگر ایک ساتھ دی جائیں تو انہیں بائن قرار دیا۔ 23. شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کی۔ 24. تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ 25. وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔ 26. نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔ 27. مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔ 28. اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ 29. مسجدوں میں روشنی کا انتظام کیا۔ 30. ہجو کہنے والے کی تعزیری سزا مقرر کی۔ 31. غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا۔[1]

---

① تاریخ الخلفاء، ج:1، ص:110،

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

اقوالِ زریں

وہ حرفِ گرم جس سے کہ لو دے اٹھیں دماغ

○ یومِ حساب سے پہلے ہی اپنا محاسبہ کرلو! قبل اس کے کہ میزان میں تمہارے اعمال تولے جائیں، اپنے آپ کو تول لو! اگر آج تم اپنا احتساب کرلو گے تو کل بروز قیامت تم پر حساب کا مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ اللہ کے روبرو پیشی سے پیشتر اپنے آپ کو کیل کانٹوں سے لیس کرلو کیونکہ اس بڑی پیشی میں تمہاری کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہے گی۔

○ زیادہ ہنسنے والے کی ہیبت اور وقار میں کمی آجاتی ہے۔

○ بے ہودہ گوئی کرنے والے کی عزّت میں تنزّل واقع ہوجاتا ہے۔ جو جس وصف میں زیادہ ہو وہ اسی سے پہچانا جاتا ہے۔ بدگوئی کرنے والا بے حیا ہوتا ہے۔ حیا کی کمی سے پاک بازی میں کمی آجاتی ہے اور جو پاکی اور پاک بازی سے دور ہوتا ہے اس کا قلب مردہ ہوجاتا ہے۔

○ سیدنا عمرؓ بن خطاب نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ ''بیٹے اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو قرض دو، یعنی راہِ خدا میں مال صرف کرو تو تمہیں اس کی جزا ملے گی۔ شاکر رہو تمہیں ورع (اللہ کا خوف) ملے گا، یاد رکھو! اچھے دوست بھی بڑی دولت ہیں اور عمل کا دارومدار نیت پر ہے''۔

○ اگر آدمی اپنے لیے خود ہی تہمت کا راستہ کھول دے تو اسے تہمت لگانے والوں کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔ جو اپنے رازوں کو فاش نہیں کرتا، وہ مختار رہتا ہے۔

○ تین چیزیں تمہارے بھائی کو تمہارا مخلص بنادیں گی۔ ملاقات کے وقت اسے سلام کرنا، مجلسوں اور نشستوں میں اس کا کشادہ پیشانی واحترام سے استقبال کرنا اور اسے اس کے محبوب ومرغوب نام سے پکارنا۔ اپنے بھائی سے بہتر سے بہتر سلوک کرو! کبھی نہ کبھی تمہارا پلہ بھاری ہو ہی جائے گا۔

اسی طرح تین چیزیں اس کے برعکس ہیں: ہر معاملہ میں لوگوں سے ترش روئی سے پیش آنا، لوگوں کے راز جاننے کی کوشش کرنا اور ہم نشینوں کو غیر ضروری طور پر اذّیت دینا۔

○ اگر کوئی عقل مند انسان تمہارا دشمن ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تم کو نقصان نہ پہنچا سکے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

○ جن چیزوں سے تعلق نہ ہو ان میں دخل مت دو۔ دشمن سے کنارہ کش رہو۔ دوستوں میں بھی صرف قابلِ اعتماد لوگوں سے گھلو ملو۔

○ قابلِ اعتماد وہ شخص تو ہو ہی نہیں سکتا جو اللہ سے نہ ڈرے، گناہ گار کے ساتھ مت رہو کیونکہ وہ تم کو گناہ کی رغبت دلائے گا، اسے اپنے راز مت بتاؤ، اپنے معاملات میں اہلِ تقویٰ سے مشورہ لو۔

○ بہت شکم سیر ہو کر کھانا انسان کو عبادت کے قابل نہیں چھوڑتا اور اس بری عادت سے اس کے جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ کم کھانے والا فضول خرچی سے محفوظ اور عبادت کے لیے آمادہ رہے گا اور کوئی آدمی اس وقت تک ہلاک اور برباد نہیں ہوگا جب تک اس کی دین داری اس کی نفسانی خواہشات کے بالکل تابع نہ ہو جائے گی۔

○ جان لو کہ حرص ایک قسم کی فقیری اور بے پروائی دل کی امیری ہے۔ آدمی جب کسی چیز سے بے پرواہ ہو جاتا ہے تو اس سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے۔

○ اپنے گناہوں سے تائب ہونے والوں کی صحبت اختیار کرو کیونکہ یہ لوگ دل کے رقیق ہوتے ہیں۔

○ متقی اور اللہ سے ڈرنے والے آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اہلِ دنیا کے سامنے جھک جائے۔

○ ذکرِ الٰہی قلب کے لیے فائدہ مند اور دنیا پرست لوگوں کا تذکرہ دلوں کو غم زدہ کر دیتا ہے۔

○ تنہائی اور چند لمحوں کی گوشہ نشینی سے ہر شخص کو فائدہ اٹھانا چاہیے۔

○ اللہ اور اس کے بندوں کے معاملات میں محتاط رہو۔

○ اگر تمہیں آخرت عزیز ہے تو تمہیں اس بات سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے کہ بہت سی پسندیدہ چیزوں سے تم اب تک محروم ہو۔

○ اللہ سے ڈرنے والا اپنے غیظ پر قابو پاتا ہے اور اپنی خواہشات کی پیروی سے گریز کرتا ہے، قیامت نہ آنے والی ہوتی تو معاملات دوسرے ہوتے۔

○ اگر کوئی شخص غصّہ اور غیظ وغضب کو پی جائے گا تو اس سے زیادہ محبوب کوئی بات نہیں اور اس گھونٹ سے زیادہ شیریں کوئی گھونٹ نہیں ہوگا۔

○ سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو محروم کرنے والے کو بھی عطا کرے اور سب سے زیادہ بُردبار وہ ہے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

ہے جو اپنے اوپر ستم کرنے والوں کو بھی معاف کر دے [1]۔

○ عمرؓ کے لیے یہ تشویش ناک مہم کافی ہے کہ وہ تمہارے حقوق کی کیسی حفاظت کرتا ہے اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

○ اہم کام میں صرف اپنے پروردگار ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے کیونکہ عمر کو تب تک اپنی قوت وتدبیر پر کوئی بھروسہ نہیں ہے جب تک اللہ بزرگ وبرتر کی مدد، تائید اور رحمت اس کے شامل حال نہ ہو۔

○ اللہ بزرگ وبرتر نے مجھ پر تمہارے کاموں کو انجام دینے کی ذمہ داری سونپی ہے اس لیے میں اللہ ہی سے اس مقصد کی تکمیل کے لیے امداد کا خواہش مند ہوں تاکہ وہ اس کام کی تکمیل میں بھی میری ویسی ہی حفاظت کرے جیسی اس نے دوسرے کاموں میں میری حفاظت اور مدد فرمائی ہے۔ وہی اپنے احکام کے مطابق مجھے (تمہارے مال غنیمت کی) تقسیم میں عدل وانصاف کی توفیق عطا فرمائے گا۔ کیونکہ میں بہت کمزور مسلمان بندہ ہوں اللہ ہی میری مدد کر سکتا ہے۔

○ من استعمل رجلا لمودة او قرابه لا يحمله على استعمل الا ذالك فقد خان الله ورسوله والمومنين جس نے کسی شخص کو ذاتی مراسم یا قرابت داری کی بنا پر کوئی منصب عطا کیا اور اس کی تقرری اس تعلق داری کے علاوہ کسی ذاتی خوبی کی بنا پر نہیں کی تو گویا اس نے اللہ، اس کے رسول اور مومنوں سے خیانت کا ارتکاب کیا [2]۔ **رضی اللہ عنھم و رضوا عنه**

---

① حیاتِ فاروق اعظم، ص:300-307

② کنز العمال، ج:5، 14305، مسند الفاروق لابن کثیر، ج:2، ص:537، مسند الفاروق، ج:2، ص:416

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

المصادر والمراجع

❁ القراٰن

❁تفسیر ابن جریر الطبری،جامع البیان فی تأویل القراٰن،المؤلف:محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی،ابو جعفر الطبری،المحقق:احمد محمد شاکر،الناشر مؤسسة الرسالة.

❁تفسیرابن کثیر،تفسیر القرآن العظیم،المؤلف:ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی،المحقق:سامی بن محمد سلامة،دارطیبة للنشر والتوزیع.

❁تفسیرالقرطبی،الجامع لاحکام القرآن،المؤلف:ابوعبد اللّٰہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرج الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی،تحقیق:احمد البردونی وابراھیم اطفیش،الناشر:دارالکتب المصریة۔القاھرة.

❁صحیح البخاری، المؤلّف:محمد بن اسماعیل ابو عبداللّٰہ البخاری الجعفی،الناشر:دارا لسلام للنشر والتّوزیع،الرّیاض .

❁صحیح مسلم، المؤلّف:مسلم بن حجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری،الناشر: دارالسلام للنشر والتّوزیع،الرّیاض .

❁سنن الترمذی،المؤلّف:محمد بن عیسٰی بن سورة بن موسٰی بن الضحاک الترمذی أبو عیسٰی، الناشر:دار السلام للنشر والتّوزیع،الرّیاض .

❁مسند الامام احمد بن حنبل،المؤلّف:ابو عبد اللّٰہ احمد بن محمد بن ھلال بن اسد الشیبانی،المحقق: شعیب الارنؤوط،الناشر:مؤسسة الرسالة،الطبعة الاولٰی.

❁السیرة النبویة (من البدایة والنھایة لابن کثیر)،المؤلف: ابوالفداء اسماعیل بن عمربن کثیرالقرشی الدمشقی،الناشر:دار المعرفة للطباعة والنشر والتوزیع بیروت-لبنان،عام النشر:1395ھ 1976ء

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

۞عُیون الاخبار، المؤلّف:ابو محمد عبد اللّٰہ بن مسلم بن قتیبۃالدینوری ،النّاشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت.

۞حیات فاروق اعظمؓ ،مصنف:امام جلال الدین ابو الفرج بن جوزی،نفیس اکیڈمی، طبع سوم:جولائی 1989ء.

۞نہایۃ الادب فی فنون الادب،المؤلف:احمد بن عبد الوھاب بن محمد بن عبد الدائم القرشی التیمی البکری،شھاب الدین النویری،الناشر:دار الکتب والوثائق القومیۃ،القاھرۃ.

۞عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری،المؤلف:ابو احمد محمود بن احمد بن موسٰی بن احمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی،الناشر:دار احیاء التراث العربی-بیروت.

۞ تفسیرالبغوی،معالم التنزیل فی تفسیر القرآن،المؤلف:محیی السنۃ،ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی،المحقق:عبد الرزاق المھدی،الناشر:احیاء التراث العربی-بیروت.

۞تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس،المؤلف:حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری،الناشر:دارصادر-بیروت.

۞الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ،صادرعن:وزارۃ الاوقاف والشنؤون الاسلامیۃ-الکویت

۞الحاوی للفتاوٰی،المؤلف:عبد الرحمن بن ابی بکر،جلال الدین السیوطی،الناشر:دار الفکرللطباعۃ والنشر،بیروت-لبنان،عام النشر:2004ء 1424ھ

۞مجموع الفتاوٰی،المؤلف:تقی الدین ابوالعباس احمدبن عبد الحلیم بن تیمیۃالحرانی، المحقق:عبد الرحمن بن محمد بن قاسم،الناشر:مجمع الملک فھد لطباعۃ المصحف الشریف،المدینۃ النبویۃ،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ،عام النشر:1995ء 1416ھ

۞وسطیۃ اھل السنۃ بین الفرق(رسالۃدکتوراۃ)،المؤلف:محمد باکریم محمد با عبداللّٰہ، الناشر:دار الرایۃ للنشر والتوزیغ.

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

❁ابوبکر الصدیق افضل الصحابة،واحقهم بالخلافة،المؤلف:محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللّٰہ بن عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصمی الحنبلی.

❁تفسیر المنار،تفسیر القرآن الحکیم،المؤلف:محمد رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین بن محمد بهاء الدین بن منلا علی خلیفة القلمونی الحسینی،الناشر:الهیئة المصریة العامة للکتاب،سنة النشر:1990ء.

❁مسند الفاروق لابن کثیر،مسند امیر المؤمنین أبی حفص عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنه واقواله علی ابواب العلم،المؤلف:أبو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی،المحقق:عبد المعطی قلعجی،دار النشر:دار الوفاء-المنصورة.

❁شذرات الذهب فی اخبار من ذهب،المؤلف:عبد الحیی بن احمدبن محمدابن العماد العکری الحنبلی،ابو الفلاح،حققه:محمود الارنؤوط،الناشر: دارابن کثیر،دمشق-بیروت.

❁التفسیر الحدیث [مرتب حسب ترتیب النزول]،المؤلف:دروزة محمد عزت،الناشر: دار احیاء الکتب العربیة-القاهرة.

❁سلسلة محاسن التاویل،المؤلف:ابو هاشم صالح بن عواد بن صالح المغامسی،مصدر الکتاب:دروس صوتیة قام بتفریغها موقع الشبکة الاسلامیة:

http://www.islamweb.net

❁تاریخ الرسل والملوك،وصلة تاریخ الطبری،المؤلف: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی،ابو جعفر الطبری(صلة تاریخ الطبری لغریب بن سعد القرطبی)، الناشر: دار التراث-بیروت.

❁الطبقات الکبریٰ،المؤلف:ابو عبد اللّٰہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی بالولاء، البصری،البغدادی المعروف بابن سعد ،تحقیق: محمد عبد القادر عطا،الناشر:دارالکتب العلمیة-بیروت.

❁تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات والانجازات السیاسیة،المؤلف:محمدسهیل

© AL HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

طقوش،الناشر:دارالنفائس.

❁حسن المحاضرة فی تاریخ مصروالقاھرة،المؤلف:عبد الرحمن بن ابی بکر،جلال الدین السیوطی، المحقق:محمد ابوالفضل ابراھیم،الناشر:دار احیاء الکتب العربیة -عیسٰی البابی الحلبی وشرکاہ-مصر

❁المصنَّف،المؤلف:ابو بکرعبد الرزاق بن ھمام بن نافع الحمیری الیمانی الصنعانی، المحقق:حبیب الرحمن الاعظمی،الناشر: المجلس العلمی-الھند،یطلب من:المکتب الاسلامی-بیروت.

❁فتوح مصر والمغرب،المؤلف:عبدالرحمن بن عبد اللّٰہ بن عبد الحکم،ابو القاسم المصری،الناشر:مکتبة الثقافة الدینیة،عام النشر:1415ھ

❁اخبارِ عمر واخبارِ عبداللّٰہ بن عمر،تالیف:علی الطنطاوی،ناجی الطنطاوی،الطبعة الثانیة1983ھ 1403ء بیروت

❁اسد الغابة،ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری،الناشر:دارالفکر-بیروت،عام النشر:1989ء1409ھ

❁اسد الغابة فی معرفة الصحابة،المؤلف: ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمدبن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری،عزالدین ابن الاثیر،المحقق:علی محمد معوض-عادل احمدعبدالموجود،الناشر:دارالکتب العلمیة،سنةالنشر: 1994ھ 1415ء

❁شرح مسند الشافعی،المؤلف:عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم،ابوالقاسم الرافعی القزوینی،المحقق:ابوبکروائل محمد بکر زھران،الناشر:وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیة ادارةالشؤون الاسلامیة،قطر

❁تاریخ بغداد وذیولہ...المؤلف:ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مھدی الخطیب البغدادی،الناشر:دارالکتب العلمیة-بیروت،دراسة وتحقیق:مصطفٰی عبد القادر عطا.

❁کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال،المؤلف:علاء الدین علی بن حسام الدین ابن

© AL HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

قاضی خان القادری الشاذلی الهندی البرهاتفوری ثم المدنی فالمکی الشهیر بالمتقی الهندی،المحقق:بکری حیاتی-صفوة السقا،الناشر:مؤسسة الرسالة.

۞محض الصواب فی فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب،المؤلف:یوسف بن حسن بن احمد بن حسن ابن الهادی الصالحی،جمال الدین،ابن المبرد الحنبلی،المحقق:عبد العزیز بن محمد بن عبد المحسن،الناشر:عمادة البحث العلمی بالجامعة الاسلامیة،المدینة النبویة،المملکة العربیة السعودیة.

۞السیرة النبویة و اخبار الخلفاء، المؤلف: محمد بن حبان بن احمد بن معاذ بن معبد، التمیمی،ابو حاتم،الدارمی،البستی،صحّحه و علق علیه الحافظ السید عزیز بک و جماعة من العلماء، الناشر:الکتب الثقافیة۔ بیروت.

۞مؤطا الامام مالک،المؤلف:مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی، صححه ورقمه و خرج احادیثه وعلق علیه:محمد فؤادعبد الباقی،الناشر:دار احیاء التراث: العربی،بیروت۔لبنان.

۞البدایة و النهایة،المؤلف:ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی ثم الدمشقی، المحقق:علی شیری،الناشر:دار احیاء التراث العربی.

۞تاریخ الخلفاء،المؤلف:عبد الرحمن بن ابی بکر،جلال الدین السیوطی،المحقق: حمدی الدمرداش،الناشر:مکتبة نزار مصطفٰی الباز.

۞الزهد،ابو عبداللّٰہ احمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن اسد الشیبانی،وضع حواشیه: محمد عبد السلام شاهین،الناشر: دار الکتب العلمیة،بیروت ۔لبنان.

۞التراتیب الاداریة و العمالات و الصناعات و المتاجر و الحالة العلمیة التی کانت علی عهد تأسیس المدنیة الاسلامیة فی المدینة المنورة العلمیة،المؤلف:محمد عبد الحی بن عبد الکبیر ابن محمد الحسنی الادریسی،المعروف یعبد الحی الکتابی،المحقق:عبد اللّٰہ الخالدی،الناشر: دارالارقم۔بیروت.

© AL HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

۞الاصابة فی تمییز الصحابة،المؤلف:ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی،تحقیق:عادل احمد عبد الموجود وعلی محمد معوض،الناشر:دار الکتب العلمیة۔بیروت.

۞المنتظم فی تاریخ الملوک والامم،المؤلف:جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی،المحقق:محمد عبد القادرعطا،مصطفٰی عبد القادرعطا،الناشر: دار الکتب العلمیة،بیروت.

۞مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر،المؤلف:محمد بن مکرم بن علی،ابوالفضل، جمال الدین ابن منظور الانصاری الرویفعی الافریقی،المحقق:روحیة النحاس،ریاض عبد الحمید مراد،محمد مطیع،دار النشر:دارالفکرللطباعة والتوزیع والنشر،دمشق۔سوریا.

۞عشرۃ مبشرۃ،مصنف:بشیر ساجد،البدر پبلی کیشنز،ستمبر 2012ء .

۞الفاروق،مصنّف:شمس العلماء علامہ شبلی نعمانیؒ،دار الاشاعت کراچی.

۞ایامِ خلافتِ راشدہ،مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا گری،مکتبہ قدوسیہ،ناشر:ابو بکر قدوسی،اشاعت:اکتوبر2001ء.

۞تاریخ ابن خلدون،طبری، ابن حبان، ابن قتیبہ، اور ابن اثیر .

۞منتخب کنز العمال .

۞اعلام الموقعین عن رب العٰلمین،مصنّف:خطیب الھند مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور.

۞عوارف المعارف ،مصنف:أبی حفص عمر السھروردی.

۞مختصر زاد المعاد،المؤلّف:محمد بن عبد الوھاب بن سلیمان التمیمی النجدی، الناشر:دار الریان للتراث-القاھرہ

۞تاریخ الطبری،تاریخ الرسل والمملوک،وصلة تاریخ الطبری،المؤلف:محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی،ابو جعفر الطبری،الناشر:دار التراث -بیروت.

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

۞فتوح البلدان،المؤلف:احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلاذری،الناشر:دارومکتبة الهلال -بیروت،عام النشر:1988ء

۞روض الاخیارالمنتخب من ربیع الابرار،المؤلّف:محمد بن قاسم بن یعقوب الاماسی الحتفی،محیی الدین،ابن الخطیب قاسم،الناشر: دار القلم العربی،حلب،الطبعة: الاولیٰ 1423ھ

۞موارد الظمآن لدروس الزمان،خطبوحکم واحکام وقواعد ومواعظ وآداب الاخلاق حسان،المؤلف:عبد العزیز بن محمد بن عبد المحسن السلمان،الطبعة: الثلاثون:1424

۞ربیع الابراونصوص الأخیار،المؤلف:جار اللّٰہ الزمخشری،الناشر:مؤسسة الأعلمی، بیروت،الطبعةالأولیٰ :1412ھ

۞المستطرف فی کل فن مستطرف،المؤلف:شھاب الدین محمد بن احمد بن منصور الأبشیھی ابو الفتح، الناشر:عالم الکتب-بیروت،الطبعة الاولیٰ:1419ھ

۞حیاة الصحابة،المؤلف:محمد یوسف بن محمد الیاس بن محمد اسماعیل الکاندھلوی، حققه وضبط نصه وعلق علیه:الدّکتور بشارعوّادمعروف،الناشر:مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزیع،بیروت-لبنان، الطبعة:الاولی 1999ء 1420ھ

۞سیدنا عمرؓ کے سرکاری خطوط

۞حضرت عمر فاروقؓ کے سو قصے،مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی،اردو ترجمہ:مِائَة قِصة مِنْ حیاةِ عمرؓ، مترجم:مولانا خالدمحمود(فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)،ناشر:بیت العلوم،نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔

• The Prophet and the Age of the Caliphates by Kennedy Hugh,Second Edition,Edinburg Gate Harlow CM20 2JE,First published in Great Britain in 1986,Second edition 2004.

Willian Muir,The Caliphate17

Rise and Fall of Caliphate,William Muir.

- سیرت عمر، تاج کمپنی لمیٹیڈ، کراچی
- خلفائے راشدین، تالیف: شاہ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ محمودیہ
- سیر الصحابہ، باہتمام: خلیل اشرف عثمانی، طباعت :2004، دارالاشاعت کراچی
- خلفائے راشدین، مصنف: شاہ معین الدین ندوی، باہتمام: مقبول الرحمٰن، مکتبہ رحمانیہ
- عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، تالیف: ڈاکٹر علی محمد، محمد الصلابی، الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان
- تاریخ الخلفاء، مؤلف: جلال الدین سیوطی، ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
- الفاروق، شبلی نعمانی
- عمر فاروقؓ، مصنف: محمد حسین ہیکل، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

اللّٰهم

صل علی سیدنا

محمد و علی آل محمد

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

قرآن مجید لفظی ترجمہ و تفسیر آڈیوز

قرآن مجید ترجمہ و تفسیر	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2007	اردُو
فہم القرآن مختصر تفسیر	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2017	اردو
قرآن مجید ترجمہ و تفسیر	ڈاکٹر ادریس زبیر	2013	اردُو
قرآن مجید ترجمہ و تفسیر	تیمیہ زبیر	2010	انگلش
قرآن مجید ترجمہ و تفسیر	تیمیہ زبیر	2012	انگلش
فہم القرآن مختصر تفسیر	تیمیہ زبیر	2015	انگلش
قرآن مجید ترجمہ و تفسیر	آمنہ الٰہی	2002	انگلش
قرآن مجید ترجمہ و تفسیر	حجاب اقبال	2002	انگلش
فہم القرآن مختصر تفسیر	فرح عباسی	2002	سندھی
فہم القرآن مختصر تفسیر	بسمہ کمال	2002	پشتو

قرآن مجید لفظی ترجمہ، کتب، کتابچے اور کارڈز

قرآن مجید لفظی ترجمہ (دو جلدیں)	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2016	اردُو
قرآن مجید لفظی ترجمہ (مکمل)	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2017	اردُو
قرآن مجید لفظی ترجمہ پارہ 30-1	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2017	اردُو
سورۃ البقرہ (لفظی ترجمہ)	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2017	اردُو
سورۃ یوسف (لفظی ترجمہ)	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2017	اردُو
سورۃ الحجرات (لفظی ترجمہ)	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2016	اردُو
قرآن مجید منتخب آیات اور سورتیں	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	2008	اردُو
قرآن کے موتی	زبیدہ عزیز (ڈاکٹر فرحت ہاشمی کے دورہ قرآن 2014 سے ماخوذ)		

دیگر کتب

علم حدیث	ڈاکٹر محمد ادریس زبیر	2013	اردُو
الاربعون النوویہ	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2009	عربی اور اردُو
قبر کے تین سوال	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2015	عربی اور اردُو
زبان کی حفاظت	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2015	عربی اور اردُو
تم کب توبہ کرو گے؟	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2015	عربی اور اردُو
نماز کے اذکار	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2018	اردُو
قرآن کے فضائل و آداب	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2019	اردُو
قرآن اور احسان	الہدیٰ شعبہ تحقیق	2019	عربی اور اردُو

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

الہدیٰ ایک نظر میں

الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان 1994 سے تعلیم اور معاشرتی فلاح و بہبود کے میدان میں سرگرم عمل ہے۔ الحمدللہ! پاکستان اور بیرون ملک اس کی بہت سی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ فاؤنڈیشن کے تحت درج ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں:

شعبہ تعلیم و تربیت

اس شعبہ کے تحت قرآن وسنت کی تعلیم طلباء وطالبات کی تربیت و کردار سازی کے لیے مختلف دورانیے کے درج ذیل کورسز کروائے جاتے ہیں:

- تعلیم القرآن کورس • تدبر القرآن کورس • صوت القرآن کورس • فہم القرآن کورس • تحفیظ القرآن کورس
- تعلیم التجوید کورس • تعلیم القراءات العشرۃ الصّغریٰ کورس • تعلیم دین کورس • تفہیم دین کورس
- تعلیم الحدیث کورس • حی علی الفلاح کورس • خط و کتابت کورسز • سمر کورسز • سوشل میڈیا کے ذریعہ کورسز
- روشنی کا سفر • روشنی کی کرن • ریالٹی چیک

ہمارے بچے کورسز: • منار الاسلام • مصباح القرآن • مفتاح القرآن

- **الہدیٰ انٹرنیشنل سکول** میں مانٹیسوری تا اولیول تک کے بچوں کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

شعبہ خدمت خلق

اس شعبہ کے تحت معاشرتی فلاح و بہبود کے مندرجہ ذیل منصوبہ جات پر کام کیا جاتا ہے:

- راشن کی فراہمی رمضان المبارک میں • اجتماعی قربانی عید الاضحیٰ کے موقع پر • روزگار کی فراہمی
- ماہانہ وظائف بیوہ اور نادار خواتین کے لیے • تعلیمی وظائف مستحق طلبہ کے لیے • کچی بستیوں میں تعلیمی اور رفاہی کام
- دینی وسماجی راہنمائی پریشان افراد کے لیے • کفن کی دستیابی • فری میڈیکل کیمپوں کا قیام
- کنوؤں کی کھدائی اور پانی کی فراہمی • ضروری امداد قدرتی آفات کے موقع پر • میرج بیورو

شعبہ نشر و اشاعت

- اس شعبہ میں عوام الناس کی راہنمائی کے لیے تحقیق شدہ تحریری اور تقریری مواد کی تیاری اور نشر و اشاعت کا کام کیا جاتا ہے۔
- **اشاعت کتب:** اردو، انگریزی کے علاوہ دیگر علاقائی زبانوں میں مختلف دینی موضوعات پر کتب، کارڈز، کتابچے اور پمفلٹس تیار کیے جاتے ہیں۔
- **میڈیا پروڈکشن:** قرآن مجید کی تفسیر کے علاوہ حدیث، سیرت، فقہ اور دیگر تعلیمی، تربیتی، اخلاقی اور معاشرتی موضوعات پر آڈیو اور ویڈیو لیکچرز میڈیا فورمز پر بلا معاوضہ پیش کیے جاتے ہیں۔

☆ **Alhuda Apps**:

- Quran for All
- Quran in Hand
- Learn Quran
- Alhudalive
- Asmaa' Allah al-Husna
- Quranic & Masnoon Duas
- Wa Iyyaka Nastaeen
- Dua Kijiay
- Supplications for Traveling
- Sonay Jagnay Kay Azkaar
- Zad e Rah
- Miftah Al-Quran pro
- Miftah Al-Quran
- My Alhuda Online

☆ **Websites:** www.alhudapk.com | www.farhathashmi.com
☆ **Facebook:** www.facebook.com/DrFarhatHashmi/
☆ **YouTube:** www.youtube.com/drfarhathashmiofficial/
☆ **Telegram Channels:** https://telegram.me/ThePeralsofWisdom

© AL-HUDA INTERNATIONL WELFARE FOUNDATION

TM

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا
لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

[صحیح البخاری:3689]

AL-HUDA
Publications (Pvt) Ltd.

ISBN 978-969-8665-88-3
04010098

AL-HUDA
Publications (Pvt) Ltd.